﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:80)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد 18

جمعۃ المبارک 16/دسمبر 2011ء

19/محرم الحرام 1433 ہجری قمری ❁ 16/فتح 1390 ہجری شمسی

شمارہ 50

ربّ ارض و سما کی پناہ

آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یہ دعا سکھائی:۔

اے اللہ سات آسمانوں اور ان کے زیر سایہ ہر چیز کے ربّ اور سات زمینوں اور ان کے اوپر جو کچھ آباد ہے اس کے ربّ اور شیاطین اور ان کے گمراہ کردہ وجودوں کے ربّ تُو اپنی تمام مخلوقات کے شر سے میری پناہ بن جا کہ کوئی مجھ پر زیادتی کرے۔ تیری پناہ عزت والی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر3445)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورۂ یورپ۔ستمبر 2011ء

اس مسجد کی خوبصورت تعمیر ناروے کی خوبصورتی کو مزید بڑھاتی ہے۔مگر اس سے زیادہ احمدی مسلمانوں کی مسجد اپنے ساتھ امن، بھائی چارہ اور رواداری کا پیغام لاتی ہے۔ہمیں چاہئے کہ احمدیہ جماعت کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ان اخلاق کو رواج دیں جن کا پرچار جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔

——— (مسرور ہال کی افتتاحی تقریب میں سویڈن کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے سینئر ممبر Roger Keliff کا اظہار خیال)

اس خوبصورت مسجد کی تعمیر پر مَیں اپنی طرف سے اور وزیر اعظم ناروے کی طرف سے دلی مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ یہ میری عبادتگاہ نہیں ہے لیکن پھر بھی انتہائی خوشگوار ماحول دیکھ رہی ہوں۔(ناروے کی وزیر دفاع محترمہ Grethe Feremos کا خطاب)

مَیں احمدیہ مسلم جماعت کو نئی مسجد بیت النصر کے افتتاح پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مسجد کی عمارت نہایت خوبصورت اور عظیم الشان ہے۔ یہ عمارت اردگرد کے ماحول کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہے اور اس مذہبی امتزاج کو اجاگر کرتی ہے جو اس نارویجین معاشرہ میں پایا جاتا ہے۔(وزیر اعظم ناروے کا مسجد بیت النصر کی تعمیر پر خصوصی پیغام)

حقیقی مسلمان جو صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور مسجد صرف اور صرف عبادت کی غرض سے تعمیر کرتے ہیں وہ ہرگز کسی دوسرے مذہب سے معمولی نفرت کا بھی سوچ نہیں سکتے۔ہم جو احمدیہ جماعت ہیں، انسانیت سے ہمدردی اور محبت کے باعث یقینی طور پر مجبور ہیں کہ اپنا پیغام لوگوں تک پہنچائیں تا کہ لوگ خدا کی طرف آئیں۔ یہ مسجد صرف اور صرف خدائے واحد کی عبادت کے لئے تعمیر کی گئی ہے۔ یہاں سے آپ لوگ ہمیشہ امن، محبت اور مفاہمت کا پیغام سنیں گے۔اس مسجد سے رواداری، پیار اور انصاف کا علم بند ہوگا۔

آج کل کچھ عالمی طاقتیں نام نہاد امن قائم کرنے کے لئے جنگ و جدل میں مصروف ہیں۔ایسی گمراہ کن پالیسیز عدم انصاف اور خدا پر یقین نہ ہونے کا نتیجہ ہیں۔

(اسلام میں مسجد کے کردار، اسلام کی امن پسند تعلیم، اسلامی جہاد سے متعلق مغرب میں پائے جانے والے غلط خیالات کی تردید اور اسلامی تعلیمات کے حسن پر مشتمل حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خطاب)

(ناروے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی مصروفیات کی مختصر رپورٹ)

رپورٹ مرتبہ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر

بقیہ: 30/ستمبر 2011ء بروز جمعۃ المبارک:

’’مسرور ہال کے افتتاح کی تقریب‘‘

بعد ازاں پروگرام کے مطابق سات بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ’’مسرور ہال‘‘ کا افتتاح فرمایا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیرونی دیوار پر لگی ہوئی تختی کی نقاب کشائی فرمائی اور دعا کروائی۔

’’مسرور ہال‘‘ مسجد سے ملحق ہے۔اس کا رقبہ 510 مربع میٹر ہے۔ یہ ہال عام حالت میں مختلف جماعتی فنکشن اور تقریبات اور سپورٹس کے لئے استعمال ہوگا۔بوقت ضرورت اس میں 850 نمازیوں کے لئے نماز پڑھنے کی گنجائش موجود ہے۔

آج شام مسجد کے افتتاح کے حوالہ سے ایک تقریب (Reception) کا اہتمام اسی ہال میں کیا گیا تھا۔ یادگاری تختی کی نقاب کشائی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہال کے اندر تشریف لے آئے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد سے قبل تمام مہمانان کرام ہال میں پہنچ چکے تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سٹیج پر تشریف لائے اور تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم بشارت احمد صاحب صابر نے کی اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا۔ بعد ازاں مکرم نور احمد بولستاد صاحب نے نارویجین ترجمہ پیش کیا۔اس کے بعد مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب امیر جماعت ناروے نے اپنا تعارفی ایڈریس پیش کیا۔

امیر صاحب نے سب سے پہلے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو ناروے آنے پر خوش آمدید کہا اور شکریہ ادا کیا۔ نیز وزیر دفاع اور دیگر تمام مہمانوں کا اس تقریب میں شمولیت پر شکریہ ادا کیا۔

امیر صاحب نے بتایا کہ ہماری یہ مسجد جو سکنڈے نیوین ممالک میں سب سے بڑی مسجد ہے اور اس کی تعمیر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہوئی ہے۔

سال 2005ء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دورۂ ناروے کے دوران ہمیں اس مسجد کی تعمیر کی تحریک فرمائی جس پر ساری جماعت نے لبیک کہا اور خدا تعالیٰ نے ہر موقع پر، ہر قدم پر ہماری مدد فرمائی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ مخلصین کی مدد کرتا ہے۔

اس مسجد کی تعمیر کے لئے ناروے جماعت کے مردوں، عورتوں اور بچوں نے کھلے دل سے خرچ کیا ہے۔ایک ممبر نے اپنا گھر اور بعض نے اپنی کاریں فروخت کر دیں۔خواتین نے اپنے زیور اور اپنی جمع شدہ پونجی پیش کر دی۔ بچوں نے بھی اس قربانی میں حصہ لیا۔ایک ممبر نے اس سارے کمپلیکس میں کارپٹ ڈلوایا جبکہ ایک ممبر نے سارے کمپلیکس کا فرنیچر مہیا کیا اور اپنی طاقت سے بہت بڑھ کر بوجھ اٹھایا اور صرف خدا کی خاطر اٹھایا۔

ہمارے ممبرز نے بہت سارا کام وقارِ عمل کے ذریعہ کیا۔ یہ منصوبہ ہمارے لئے بہت زیادہ چیلنجز لئے ہوئے تھا۔ ہم نے کونسل کی ڈیمانڈ پر ساتھ والی سڑک بھی تعمیر کروائی اور فٹ پاتھ بھی تعمیر کروایا۔

سویڈن سے آئے ہوئے مہمان Mr. Roger Kaliff کا ایڈریس

اس کے بعد سویڈن سے آنے والے مہمان Roger Kaliff (جو سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے سینئر ممبر ہیں اور یورپین یونین کی ریجنل کمیٹی کے وائس پریذیڈنٹ رہ چکے ہیں) نے اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا: ’’یہ میرے لئے ایک بہت خاص موقع ہے کہ مَیں ناروے میں پہلی مسجد کے افتتاح میں شامل ہورہا ہوں۔ یہ میرے لئے اور آج جو لوگ اس ہال میں موجود ہیں اُن کے لئے بھی شاندار موقع ہے۔ مَیں سب سے پہلے آپ سب کو اس شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس مسجد کی خوبصورت تعمیر ناروے کی خوبصورتی کو مزید بڑھاتی ہے مگر اس سے زیادہ احمدی مسلمانوں کی مسجد اپنے ساتھ امن، بھائی چارہ اور رواداری کا پیغام لاتی ہے۔

موصوف نے کہا کہ مَیں احمدی مسلمانوں کو دو دہائیوں سے جانتا ہوں اور اِن کے چوتھے خلیفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب میرے گھر کالمار (Kalmar) سویڈن میں دو بار تشریف لائے تھے۔ احمدیہ مسلم جماعت سویڈن میں ایک فعّال جماعت ہے اور اس جماعت کے ایک ممبر نسیم ملک صاحب میری پارٹی کے ممبر ہیں اور ایک معزز سیاستدان ہیں۔

احمدیہ مسلم جماعت دوصد سے زائد ممالک میں موجود ہے اور تقریباً یورپ کے ہر ملک میں ہے اور ان کی بنیادی تعلیم ہے کہ ’’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘‘۔ یہ تمام مذاہب کی عزت کرتے ہیں اور ان کے ممبران سختی سے اس بات پر عمل کرتے ہیں کہ وہ جس ملک میں رہ رہے ہیں اس ملک کے قانون کی پابندی کریں۔

موصوف نے کہا کہ جماعت احمدیہ تمام ممالک میں Peace Symposiums اور جلسہ سالانہ منعقد کرتے ہیں اور ہر سال انٹرنیشنل پیس پرائز انفرادی طور پر یا آرگنائزیشن کو دیتے ہیں۔

جماعت کی ہیومینٹی فرسٹ آرگنائزیشن تمام دنیا میں ضرورت مندوں کی مدد کرتی ہے۔ خاص طور پر مختلف ممالک میں قدرتی آفات کے وقت یہ مدد پہنچاتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا ایک سیٹلائٹ چینل ہے جس کی نشریات چوبیس گھنٹے کی ہیں اور یہ امن کے قیام اور تمام مذاہب میں باہمی اخوت اور بھائی چارہ کے قیام کے لئے ایک پُل کا کام دیتا ہے۔

موصوف نے کہا کہ مَیں چالیس سال سے سیاست میں ہوں اور یورپ میں بھی کام کیا ہے اور سوشل ڈیموکریٹ بھی ہوں۔ مَیں نے ایک لمبا عرصہ بھائی چارہ اور مختلف تہذیبوں میں ملنے جلنے کے لئے کام کیا ہے۔

موصوف نے کہا کہ مَیں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے ساتھ تعلق کی بنا پر اور اب حضرت مرزا مسرور احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے ساتھ تعلقات کی بنا پر کہتا ہوں کہ جو سیاستدان امن و آزادی پر یقین رکھتے ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم احمدیہ جماعت کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ان اخلاق کو رواج دیں جن کا پرچار جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔

احمدیہ مسلم جماعت کی ناروے میں اس مسجد کا افتتاح ہونا اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ اسلام یقیناً امن کا مذہب ہے جو سچے دل کے ساتھ تمام انسانوں کی بھلائی کا کام کرتے ہیں۔

اپنے ایڈریس کے آخر پر موصوف نے کہا کہ حضور! مَیں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے آج مجھے اس انتہائی اور اہم موقع پر کچھ کہنے کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

اس کے بعد وزیر دفاع ناروے Grete Faremos نے اپنا ایڈریس پیش کیا۔ موصوفہ نے وزیر اعظم ناروے Jens Stoltenberg کا خصوصی پیغام بھی پڑھ کر سنایا۔

ایڈریس GRETHE FAREMOS نارویجین وزیر دفاع برموقع افتتاح مسجد بیت النصر ناروے

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب، احمدی مسلمانوں کے پانچویں خلیفہ!

آپ کا استقبال کرنا میرے لئے باعث صد افتخار ہے اور میں آپ کو ناروے میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ میں آپ کو صرف ناروے کے ممبر قومی اسمبلی کے طور پر خوش آمدید نہیں کہہ رہی بلکہ لیبر پارٹی کے نمائندہ کے طور پر بھی خوش آمدید کہہ رہی ہوں اور میرا خیال ہے کہ ان تمام جماعتوں کی طرف سے بھی جو آج حاضرین میں موجود ہیں۔ ہم آپ کو یہاں پا کر بہت خوش ہیں۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کے اُس تعزیتی پیغام کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جو آپ نے 22 جولائی کے دہشت گرد حملہ پر حکومت اور ناروے کی عوام کے نام بھیجا۔ اس ہولناک واقعہ کے بعد کافی دیر تک ہمیں تمام دنیا سے، مختلف مذاہبِ عالم کی جانب سے ہمدردی اور تعزیت کے پیغام ملتے رہے۔ اس نازک وقت میں ایسے ہمدردی کے بول یقیناً تسلی کا باعث تھے اور میں امید کرتی ہوں کہ ہم باہمی تعاون کرتے ہوئے ایسے اقدامات کرتے رہیں گے کہ وہ گرمجوشی اور اپنائیت جو ہم نے اس واقعہ کے بعد محسوس کی، وہ مدھم نہ ہو پائے۔ ہم آپ کے اور مقامی احمدیوں کے بہت شکر گزار ہیں اور آپ سب کو اس شاندار مسجد پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ میں اس افتتاح کے موقع پر موجود ہوتے ہوئے بہت خوشی محسوس کررہی ہوں اور میرے مطابق یہ عمارت بہت خوبصورت ہے۔ جیسا کہ ہم نے سنا ہے کہ یہ عمارت فنڈز سے تعمیر ہوئی ہے اور جیسا کہ کہا گیا ہے کہ dugnad، یعنی وقارِ عمل کیے گئے ہیں اور یہ چیز ہمیں ناروے میں بہت پسند آئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وقارِ عمل مصروف رہنے اور اکٹھے مل کر کام کرنے کی خواہش کی نشاندہی کرتا ہے۔ میں اپنے وزیرِ اعظم کی طرف سے بھی دلی مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ انہیں اس بات کا افسوس تھا کہ وہ انتہائی مصروف ہونے کے باعث اس موقع پر حاضر نہیں ہو سکے۔ کچھ دنوں میں چونکہ اسمبلی کی کارروائی شروع ہونے والی ہے، اس وجہ سے ہم بھی زیادہ مصروف ہو جائیں گے۔ اس لئے مَیں چاہتی ہوں کہ ان کی طرف سے پیغام پڑھ کر سناؤں۔ یہ پیغام انہوں نے نارویجین زبان میں لکھا ہے اس لئے مَیں اسے نارویجین زبان میں پڑھوں گی اور مجھے یقین ہے کہ یہاں کوئی نہ کوئی بعد میں اس کا ترجمہ کرنے میں مدد کرے گا۔

مَیں یہ بھی بتاتی چلوں کہ حال ہی میں ہم نے مقامی انتخابات کے لئے campaign ختم کی ہے اور یہ campaign ہمارے لئے ناروے میں بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ 22 جولائی کو ہونے والا حملہ ابھی ہمارے ذہنوں اور دلوں میں تازہ تھا جو کہ ہمارے لئے ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ یہ ہماری جمہوریت اور اس کے مستقبل پر حملہ تھا۔ اور یہ میں کہتی چلوں کہ مجھے نارویجین لوگوں پر فخر ہے کہ ان حملوں کا ہم نے جمہوریت کے ذریعے جواب دیا اور اتحاد اور محبت کے ذریعے اس نفرت کا جواب دیا۔ خلاصۃً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اس آزمائش پر پورا اترے۔ ہماری قوم کو للکارا گیا لیکن ہم نے ثابت کر دیا کہ تمام ناروے متحد ہے۔ اب جبکہ ہم ایک نئے ناروے کو بنانے جا رہے ہیں اس لئے ہمیں اس نئے ناروے کے لئے پورے ملک کو ساتھ لے کر چلنا ہے۔ ہماری اقدار، جمہوریت، انسانی حقوق اور برابری کا تصور سب ایک جیسے ہیں اور ہم اپنے معاشرے کی بنیاد باہمی احترام اور رواداری پر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس سفر کے آغاز میں بے شک ہم مختلف ہوں گے، لیکن ہم بحث و مباحثہ کی اجازت دیں گے۔ ہم مشکل سے مشکل امور میں بھی مذاکرات کریں گے۔ اور اسی ڈائیلاگ کے ذریعے ہی ترقی ممکن ہوگی۔ اس میں تمام قومیں، ثقافتیں اور مذاہب شامل ہوں گے۔ ناروے کی تاریخ میں مذہب نے اہم کردار ادا کیا ہے اور تاریخی طور پر چرچ ہی وہ جگہ تھی جہاں سارے ملک کے لوگ اکٹھے ہوئے۔ اور ناروے کے مستقبل میں بھی مذہب کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ آج کی طرح ہمیں ایک دوسرے کے لئے جگہ بنانی ہوگی، ایک دوسرے کو دعوت دینی ہوگی۔ یہ میری عبادتگاہ نہیں ہے لیکن پھر بھی انتہائی خوشگوار ماحول دیکھ رہی ہوں۔ میں آپ کی دعوت کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور آپ کو مستقبل کے لئے نیک تمنائیں پیش کرتی ہوں۔

وزیر اعظم ناروے کا پیغام

وزیر دفاع نے اپنے ایڈریس کے بعد وزیر اعظم ناروے کا درج ذیل پیغام پیش کیا۔

پیارے احمدی دوستو!

مَیں احمدیہ مسلم جماعت کو اُن کی نئی مسجد بیت النصر کے افتتاح پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مسجد کی عمارت نہایت خوبصورت اور عظیم الشان ہے۔ جماعت نے اس مسجد کو تعمیر کرنے کے لئے بہت محنت سے وقارِ عمل کیا ہے جو کہ بہت حیران کُن ہے۔ یہ عمارت اردگرد کے ماحول کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہے اور اُس مذہبی امتزاج کو اجاگر کرتی ہے جو اس نارویجین معاشرہ میں پایا جاتا ہے۔

مَیں اپنی طرف سے پُرخلوص سلام تمام احمدی مسلمانوں کو دیتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ یہ عمارت آپ لوگوں کے لئے خوشی اور افادیت کا باعث ہوگی۔ محبت بھرے سلام کے ساتھ۔

دستخط

Jens Stoltenberg

Prime Minister Norway

وزیر دفاع کے ایڈریس کے بعد سات بج کر 45 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انگریزی زبان میں خطاب فرمایا:

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب برموقع افتتاح مسجد بیت النصر ناروے

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضور انور نے فرمایا:

سب سے پہلے میں آپ سب کا جو یہاں بیت النصر مسجد کے افتتاح کے پُرمسرت موقع پر تشریف لائے ہیں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ساتھ یہاں پر پہلی مسجد تعمیر کی ہے جو کہ ناروے میں احمدیہ مسلم جماعت کیلئے انتہائی خوشی کا باعث ہے۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے میں پہلے مختصراً ’مسجد‘ کے لفظی معنی بیان کرتا ہوں۔ لفظ ’مسجد‘ کا مطلب ’اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی جگہ‘ ہے۔ اسلئے اس مسجد کا افتتاح کوئی مادی یا دنیاوی تقریب نہیں ہے بلکہ یہ ایک خالصتاً روحانی اور مذہبی تقریب ہے۔

پس ہم سب یہاں احمدیہ مسلم جماعت ناروے کی مسجد کے افتتاح کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ آپ احمدی مسلمان نہیں ہیں، آپ اس موقع پر تشریف لائے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ وسیع ذہن کے مالک اور روشن خیال ہیں۔ اور آپ سب انسانی اقدار کو بلند کرنے کی خواہش رکھتے ہیں نیز ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھتے ہیں۔ اور اس مقصد کے حصول کی خاطر آپ مذہبی اختلافات کو ایک طرف رکھتے ہوئے بطور ایک کمیونٹی کے آپس میں غم اور خوشی بانٹتے ہیں۔ یہ ایک مستحکم اصول ہے کہ محبت اور امن معاشرے کے اندر ہی سے پھوٹتے ہیں۔

اس لئے میں آپ سب کا اس موقع پر شرکت کے لئے تہہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ دلی شکر گزاری محض رسمی نہیں ہے بلکہ آپ سب کا شکریہ ادا کرنا میرے دینی فرائض میں شامل ہے۔ کیونکہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو سکھایا ہے کہ دوسرے کا شکر ادا کرنا بھی ایک نیکی ہے اور بہت ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی خوبصورت انداز سے یہ بات سکھائی کہ اگر کوئی شخص اپنے ساتھی کا شکریہ ادا نہیں کرتا تو وہ درحقیقت خدا کا شکر ادا نہیں کرتا۔ تو احمدی مسلم جماعت کا سربراہ ہونے کے ناطہ سے اُس خدا، جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور جس کی عبادت کیلئے اپنی جماعت کے لوگوں کو مسلسل کہتا ہوں، کی طرف سے انعامات اور افضال سے محرومی کو کس طرح برداشت کرسکتا ہوں۔ لہٰذا آپ سب کا شکریہ ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم جو کہ تمام اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہے میں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر اس کا شکر ادا کیا جائے تو وہ اس کے بدلہ میں مزید انعامات و افضال نازل فرماتا ہے۔ اس لئے میں آپ سے ایک بار پھر کہتا ہوں کہ میرا شکریہ ادا کرنا محض رسماً یا عادتاً نہیں ہے بلکہ میں دل کی گہرائیوں سے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فعل سے خوش ہوگا کہ میں نے اس کے نیک اور مخلص بندوں کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اور یقیناً خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے جب اس کی مخلوق ایک دوسرے کیلئے محبت کا اظہار کرتی ہے۔

ناروے میں رہنے والے احمدیوں میں سے اکثر کا تعلق ایشیا سے ہے۔ اس لئے میں آپ سب سے بہت خوش ہوں کہ آپ سب احمدی اور غیر احمدی مختلف جگہوں سے تعلق رکھنے کے باوجود اس جگہ پر بحیثیت ایک قوم کے جمع ہیں۔ یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ رنگ نسل اور قوم کے فرق کے باوجود بھی آپ سب مسائل کو حل کرنے کیلئے یکجا ہوکر کام کر رہے ہیں۔ اور آپ سب جو متعدد احمدی افراد کے ساتھ تعلق کی بنا پر آج یہاں بطور مہمان موجود ہیں، احمدی مسلمانوں کے پیار کا جواب پیار سے دیا ہے۔

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات، گرانقدر مساعی اوران کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر174

مکرم بشیرالعابدین آغا صاحب(3)

پچھلی قسط میں ہم نے مکرم بشیر عابدین صاحب اوران کے تمام خاندان کی بیعت کے احوال کا ذکر کیا تھا۔ان کے بارہ میں اس آخری قسط میں ان کی تبلیغی کاوشوں اورثمرات کا ذکر کیا جائے گا۔مکرم بشیر عابدین صاحب کہتے ہیں کہ:

يَهْدِی مَنْ يَشَاءُ

مکرم ’’عمّار دَهّان‘‘ میراایک بہت ہی عزیز دوست ہے جواسی صوفی طرزفکر سے تعلق رکھتا تھا جسے چھوڑ کرمَیں نے احمدیت قبول کی تھی۔مَیں نے اسے تبلیغ کرنی شروع کی، وہ جماعت کے طرزفکر کو سنتا اورقبول کرتا تھا،لیکن مولویوں کے زیراثر ہونے کی وجہ سے بیعت کرنے سے ڈرتا تھا۔بیعت کے سوال پر کہتا کہ اگر میرے شہر کا کوئی ایک مولوی بھی احمدیت قبول کرلےتو یہ مرحلہ آسان ہوجائے۔

میرا یہ دوست مولویوں کے مقلدین میں سے تھا اس لئے بظاہراس سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ اپنے پیش رو مولویوں کے نہج کو آسانی سے چھوڑ کرکوئی اور راستہ اختیار کرنے کی ہمت کرلے گا۔لیکن مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے اوروہ جسے چاہے اورجب چاہے ہدایت کا راستہ دکھا سکتا ہے۔نیزمَیں دیکھتا تھا کہ میرا یہ دوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق میں سے ہے اور ہروقت درودشریف کا ورد کرتا رہتا تھا۔اس لئےمَیں نے ہمت نہ ہاری اور دعا کے ساتھ کوشش جاری رکھی حتی کہ وہ دن آ گیا جب میرے اس دوست کومحض خدا کے فضل سے یہ یقین ہوگیا کہ کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی اورخدا کے سامنےتو ہم نے اکیلے اکیلے جانا ہےاوراپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔چنانچہ اس نے بیعت کرلی۔جس کے بعد ہم نے زندگی کے خوبصورت ترین دن گزارے۔کیونکہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت مسیح موعودؑ کے عربی قصائد لے کراس کے پاس آجاتا تھاجنہیں ہم ترنم کے ساتھ پڑھتے تو ہماری آنکھوں سےکبھی ان قصائد میں مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کےعظیم مقام کے تصور سے آنسو نکلتے تو کبھی ان میں پنہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے آقا سے بےمثال محبت کے خیال سے طبیعت حد درجہ گداز ہو جاتی اورایسے محسوس ہوتا کہ جیسے ہم ایک عجیب نشے میں آسمان کی فضاؤں میں محوِ پرواز ہیں۔

پہلی نماز

’’جمعة الجاسم‘‘نامی ایک دوست کے ساتھ میرا تعارف ہوا جو نہ صرف پوری پابندی کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرنے والوں میں سے تھا بلکہ مولویوں کے دروس وغیرہ بھی بڑی باقاعدگی کے ساتھ سنتا تھا۔ان صفات کے علاوہ وہ بہت ذہین اور بہادر نوجوان تھا۔ہماری کئی مرتبہ وفات مسیح، ناسخ ومنسوخ وغیرہ جیسے اختلافی مسائل پر بات ہوئی جن میں اس نے خاصی دلچسپی کا اظہار کیااوران افکار کوقرآن وسنت کے مطابق پاکر بخوشی قبول کیا۔جب یہ بات بعض مخالفین تک پہنچی تو انہوں نے نہ صرف اس کو میرے خلاف بھڑکایا بلکہ اس کے والد کو بھی جماعت کے خلاف نہ جانے کیا کیا بتایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے والد صاحب نے اسے مجھ سے ملنے سے روک دیا۔ چنانچہ یہ دوست کسی مولوی سے اس بابت فتویٰ لینے چلا گیا جس نے اسے بتایا کہ یہ جماعت (نعوذ باللہ) اپنے ہندی نبی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت دیتے ہیں،ان کی نماز مسلمانوں کی نماز کی طرح نہیں اور ان کا حج بھی اور ہے،انہوں نے جہاد حرام قرار دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

مولوی سے یہ سن کر’’جمعة الجاسم‘‘صاحب نے مجھ سے کنارہ کشی کا تہیہ کرلیا۔چنانچہ اگرکبھی ہمارا آمنا سامنا ہوبھی جاتا یا دور سے نظر پڑجاتی تو وہ محض سلام کرکے جلدی سے وہاں سے رخصت ہونے کوشش کرتا۔مَیں اس کے لئے دعا کرتا رہا حتی کہ ایک دن کسی کام سے مجبور ہوکر یہ دوست میرے دفتر آنکلا۔مَیں نے اسے بہت اچھے طریق پر دفتر میں بٹھایا پھر بڑی محبت سے کہا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوگئی ہے کہ تم مجھ سے کنارہ کش ہوگئے ہو؟ جیسا کہ مَیں نے عرض کیا کہ یہ دوست بہادر اور سچا تھا جس کی بنا پراس نے حقیقت حال سے مجھے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ مَیں نے تمہارے بارہ میں کچھ باتیں سنی تھیں جن کی بنا پرمَیں نے سوچا کہ اگرمَیں تمہارے ساتھ رہا تو میرے ایمان وعقیدہ پرحرف آسکتا ہے۔

مَیں نے اسے کہا کہ کیاتم اسلام کواس قدر کمزور اور دلائل سے تہی سمجھتے ہو کہ سوالوں اوراعتراضات کے جواب دینے کی بجائے ہم میدان سے ہی بھاگنا شروع کردیں؟ مثلاً مجھے یہ دعویٰ ہے کہ مَیں حقیقی اسلام کا ماننے والا ہوں اورمیرا آپ کو چیلنج ہے کہ کوئی بھی اعتراض یا سوال لے آؤ مَیں جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔اگر مجھے نہیں آتا ہوگا تو مَیں اپنے سے زیادہ جاننے والے کسی عالم دین سے پوچھوں گا یا کسی کتاب میں اس جواب کو پاکرتمہیں وہ کتاب لادوں گا۔لیکن یہ تو کوئی اسلام نہیں کہ انسان اعتراضات اورسوالات سنے اوران کا کوئی جواب نہ پائے، پھران کے بارہ میں نہ کسی سے پوچھے نہ پڑھنے کی کوشش کرے بلکہ ہزیمت خوردہ ہونے کے باوجوداپنی اس حالت کے بارہ میں مطمئن رہے۔

یہ بات سنتے ہی اس میں ایک عجیب قوت سی آگئی اوراس نے جوش میں آکرکہا کہ چلومَیں تمہارے ساتھ بیٹھتا ہوں اورسوال کرتا ہوں اوراس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک تم سب سوالوں کے جواب نہ دے دواورحق وباطل کا فیصلہ نہ ہوجائے۔یوں ہماری یہ نشست دواڑھائی گھنٹے جاری رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے کہا کہ مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔اس کے بعد ہم نے اکٹھے نمازظہرادا کی۔پھرجب وہ جانے لگا تو آنسوؤں سے بوجھل آنکھوں کو محبت والفت کے احساسات وجذبات سے مزید بوجھل کرتے ہوئے اس نے کہا:مَیں نے نہ جانے کتنی مسجدوں میں اورکس قدر پابندی کے ساتھ نماز ادا کی ہے۔لیکن مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ نمازظہرادا کرنے کے بعد مجھے ایسے لگتا ہے کہ مَیں نے شاید حقیقی طور پرزندگی میں پہلی نماز ادا کی ہے۔الحمدللہ۔

إِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ أَرَادَ إِهَانَتَکَ

مَیں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ ایک شیعہ دوست کی تبلیغ سے مَیں نے صوفی ازم ترک کرکے شیعہ اِزم کواپنا لیا تھا۔پھرجب اللہ تعالیٰ نے مجھے احمدیت کی طرف ہدایت دی تو اس شیعہ دوست ’’ابویحییٰ‘‘ نے میرا پیچھا کرنا شروع کردیا۔مَیں جہاں بھی جاتا یہ وہیں پرمختلف اہلسنت اورشیعہ مولویوں کے جماعت احمدیہ کے بارہ میں فتاویٰ لےکرپہنچ جاتا۔اس کا خیال تھا کہ وہ اس طرح مجھے احمدیت سے برگشتہ کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔اس کی ان کوششوں کا ہدف میرے علاوہ کچھ اوردوست بھی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے احمدیت کی طرف ہدایت دی تھی۔ان کو بھی اس شیعہ دوست نے تنگ کرنا شروع کردیا۔ہم سب کوشش کرتے تھے کہ اس کا سامنا نہ ہی ہو۔اورجب کبھی مجبوراً اس سے آمنا سامنا ہوجاتا تو ہم حتی الوسع اس کے ساتھ نرمی سے ہی بات کرتے۔لیکن بعض اوقات جب وہ حد سے گزرجاتا اورحضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے سبّ وشتم اورالزام تراشی کا مرتکب ہونے لگتا تو مَیں سختی سے اس کا جواب دےکراس مجلس سے اٹھ آتا۔

اس کے اس مذکورہ غیظ وغضب اور حاقدانہ ردّعمل کا سبب یہ تھا کہ اس کی کوشش سے مَیں شیعہ ہوگیا تھااورپھرہم دونوں نے مل کراپنے کئی ساتھیوں کوتبلیغ کر کے شیعہ ازم کا قائل کرلیا تھااوریہ ساتھی شیعہ ازم کوقبول کرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے احمدیت کی نعمت عطا فرمادی اورمَیں اس سے الگ ہوگیا، یوں شاید تمام کوششوں کوضائع ہوتا دیکھ کراسے شدید صدمہ پہنچااوراس نے معاندانہ روش اپنالی۔

ایک روز جب ہم دوست بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ شیعہ دوست آگیا اورمیرے ساتھ بحث کرنے لگا۔جب اس نے دیکھا کہ اس کا موقف نہایت کمزور واقع ہوا ہے اورکئی سوالوں کے جواب دینے سے وہ قاصر رہا ہے اور ہماری بحث سننے والے دوست شیعہ ازم کی بجائے اب احمدیت سے متاثر ہورہے ہیں تو اس نے دلائل کی بات چھوڑکرگالی گلوچ کی راہ اپنائی اورحضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی نسبت نہایت غلیظ طعنہ زنی شروع کردی۔مَیں نے بڑے تحمل کے ساتھ اسے کہا کہ اے ابویحییٰ خدا سے استغفار اور توبہ کرو کیونکہ تم نے یہ بدزبانی خدا کے ایک نبی کے متعلق کی ہے۔یادرکھو کہ خدا تعالیٰ اپنے انبیاء کی ہمیشہ نصرت فرماتا اوران کی حجت مخالفین پرپوری کرکے رہتا ہے۔یہ سنتے ہی اس نے بڑے جوش میں آکرکہا کہ اگر یہ بات ہےتوتم میرے ساتھ مباہلہ کرلو۔مَیں نے کہا کہ مباہلہ کوئی مذاق نہیں ہے کہ ہرایرا غیرا کرتا پھرے۔نہ ہی یہ اس طریق پرہوتا ہے کہ غصہ میں آکر ایک جگہ کھڑے کھڑے مباہلہ کرلیا جائے بلکہ اس کے لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ اعلانِ عام ہونا چاہئے، پھر دونوں اطراف کا اپنے اپنے عقیدہ میں اعلیٰ دینی شخصیات ہونا بھی ضروری ہے جن کی حیثیت جماعت کے امام کی سی ہو،نہ کہ تمہاری اور میری طرح کی شخصیت جنہیں کوئی جانتا بھی نہ ہو۔اس نے کہا کہ مَیں ان تمام لوگوں کے سامنے کہتا ہوں کہ اگرمرزا غلام احمد سچا نبی ہےتو خدا مجھے فالج میں مبتلا کرکے سزا دے۔ اس کی یہ بات سن کرمَیں نے اسے ناصحانہ انداز میں کہا کہ تم سے یہ بہت بڑی غلطی ہوئی ہےاورتمہیں خدا تعالیٰ کے حضوراس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔لیکن یہ بدبخت نہایت تکبر سے کہنے لگا کہ مَیں نے جوکہا ہے پورے ہوش وحواس میں رہتے ہوئے کہا ہےاورمَیں اپنی بات سے پھرنے والا نہیں ہوں۔مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض مباہلوں کا ذکرکرکے اسے بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے معاندین کوذلیل ورسوا کردیا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوااوراپنی ضد پرقائم رہا۔

وقت گزرتا گیااوربظاہربات آئی گئی ہوگئی۔اس واقعہ کوایک سال ہونے کوتھا جب میرا یہ دوست ایک دن لائبریری جاتے ہوئے فٹ پاتھ پرقدم پھسلنے سے گرگیا۔گواس طرح گرنے سے کسی خطرناک چوٹ لگنے کا اندیشہ تو نہ تھا لیکن اس کے نتیجہ میں میرے دوست کے دونوں ہاتھوں کی بعض ہڈیاں ٹوٹ گئیں نیز ماتھے پربھی زخم ہوگیا جس پر تین ٹانکے لگے۔مجھے بہت دکھ ہوااورمَیں نے اس کی ہدایت اورشفایابی کے لئے دعائیں کرنے کے علاوہ اس کی عیادت کیلئے جانے کا ارادہ کیا۔اس وقت مجھے یاد آگیا کہ میرا یہی دوست کئی سال پہلے ایک ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہو گیا تھااوراس کی کیفیت کچھ یوں تھی کہ قضائے حاجت کے بعدصفائی وغیرہ کے لئے اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی مددگاررجاتا تھا۔لیکن یہ دوست اس وجہ سے سخت شرمندگی محسوس کرتا تھالہذا اس کے بھائی نے اسوقت مجھے بتایا تھا کہ اب یہ کھانا بھی نہیں کھاتا اوردعا کرتا ہے کہ اس حالت سے بہتر ہے کہ اسے موت آجائے۔

اب جب مَیں حالیہ ایکسیڈنٹ کے بعد اس کی عیادت کیلئے گیا تو اس کے دونوں ہاتھوں پر پٹیاں بندھی دیکھ کرمجھے اس کے بھائی کی کہی ہوئی بات یاد آگئی اور مجھے خیال گزرا کہ اس کی یہ حالت تو پہلے ایکسیڈنٹ سے بھی زیادہ خراب ہے۔نہ صرف یہ کہ اس کے دونوں ہاتھ شل ہوکر رہ گئے ہیں بلکہ اس بار بھی قضائے حاجت کے وقت شرمندگی کا وہ قاتل احساس اس پرمستزاد ہے۔یوں نہ جانے وہ روزانہ کتنی مرتبہ مرتا اورجیتا ہوگا۔شاید کہ کبھی اسے یاد آئے کہ اس نے خدا کے ایک نبی کے متعلق اس طرح کے الفاظ کہے تھے جن کی پاداش میں وہ پکڑا گیا۔اورخدا تعالیٰ نے ایک دفعہ پھرحضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیئے جانے

والے اس وعدہ کو پورا فرمایا: إِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ أَرَادَ إِهَانَتَکَ۔ یعنی جو تیری اہانت کا ارادہ بھی کرے گا میں اسے ذلیل و رسوا کر کے رکھ دوں گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

نبی کے ظہور کا وقت

''حسن حمّامی'' ایک ایسا دوست تھا جس کا دینی علم تو اتنا زیادہ نہ تھا پھر بھی وہ دینی اعتبار سے کسی حد تک متشدد تھا۔ مَیں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ مجھے کوئی ایسا طریقِ تبلیغ سمجھا دے جس سے یہ دوست قریب آ جائے اور سنتے ہی متنفر ہو کر دور نہ بھاگ جائے۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اگر اس نے میری بات غور سے سن لی اور کچھ غور و فکر کیا تو ضرور احمدیت کے دلائل کا اس پر اثر ہو جائے گا۔

ایک دن یوں ہوا کہ ہم دونوں مسلمانوں کی موجودہ حالت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ کیسے تمام مخالف اسلام قومیں ان پر ٹوٹی پڑتی ہیں اور وہ کس طرح حقیقی اسلام کی روح سے دور جا پڑے ہیں۔ انہی باتوں کے دوران اس نے اچانک مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ ہوتے تو مَیں ضرور کہتا کہ یہ زمانہ ایک نبی کے ظہور کا زمانہ ہے جس میں لوگوں کی اصلاح اور رجوع الی اللہ اور ان کی تعلیم و تزکیہ ایک نبی کے وجود کے سوا ممکن نہیں ہے لیکن خاتم النبیین کے بعد ایسا ہونا محال ہے۔

اس کی یہ بات سن کر مَیں سمجھ گیا کہ یہ خاتم النبیین کے حقیقی مفہوم سے ناآشنا ہے۔ اگر اسے اس کی صحیح تفسیر سمجھ آ گئی تو پھر اس کے لئے قبول احمدیت کا راستہ آسان ہو جائے گا۔ یوں مجھے اس کے ساتھ بات شروع کرنے کا ایک اچھا موضوع مل گیا۔ چنانچہ مَیں نے اسے کہا کہ یہ بات جو آپ نے کہی ہے یہ فطرتِ صحیحہ کی آواز ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم امتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنوں اور جہالت کی وادیوں میں بھٹکتا چھوڑ دے اور کوئی دعا نہ سنے اور کسی کو اس کی ہدایت یابی کے لئے نہ بھیجے؟ ہرگز نہیں۔ چنانچہ مَیں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مبعوث فرما دیا ہے جس کا ہر سلیم الفطرت انتظار کر رہا ہے۔ اس رحیم و کریم خدا نے امام مہدی علیہ السلام کو بھیجا ہے تا کہ اس امت کو پستیوں سے نکال کر خدا تعالیٰ کی رضا کے بلند درجات تک پہنچا دے۔ اس پر میرے دوست نے کہا کہ امام مہدی تو نبی نہیں ہے بلکہ وہ مسلمانوں کے مولویوں میں سے ایک مولوی ہوگا، اور روایات میں تو آتا ہے کہ اسے معلوم ہی نہ ہوگا کہ وہ امام مہدی ہے بلکہ لوگ اسے کہیں گے کہ آپ امام مہدی ہیں اور اس کے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی بیعت کر لیں گے۔ اس بات کے جواب میں ہمارے درمیان گفتگو کا ایک لمبا سلسلہ چلا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے اعلیٰ وارفع مفہوم کی وضاحت کے ساتھ آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق آپ کے اُمّتی نبی کے ظاہر ہونے اور امام مہدی کی نبوت کے موضوع پر بھی سیر حاصل بحث ہوئی جس کے آخر پر میرے اس دوست نے اطمینان حاصل ہونے کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ بیعت کر لی۔

تبصرہ

اس واقعہ میں امام مہدی کے بارہ میں ایک دو تصورات کا ذکر کیا گیا ہے، جبکہ اس بارہ میں مسلمانوں میں بہت سے تصورات رائج ہیں جو باہم حد درجہ متضاد ہیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کرام کے فائدہ کے لئے ذیل میں اس بارہ میں کچھ وضاحت کر دی جائے۔

مہدی کے متعلق روایات

مہدی کے متعلق روایات میں بہت زیادہ اختلاف اور تضاد ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں سے ہوگا۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المھدی)

بعض روایات میں ہے کہ وہ امام حسنؓ کی اولاد سے پیدا ہوگا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب المھدی حدیث نمبر 3739)

بعض متاخرین شیعہ کی روایات میں ذکر ہے کہ وہ امام حسینؓ کی اولاد سے ہوگا۔

(البیان لمحمد بن یوسف الشافعی، باب 9 صفحہ 119، 120)

بعض روایات میں اسے حضرت عباسؓ کی اولاد سے قرار دیا گیا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الفتن باب المھدی)

جبکہ بعض روایات میں امام مہدی کو حضرت عمرؓ کی نسل سے قرار دیا گیا ہے۔ (کنز العمال، حدیث نمبر 37847)

لیکن بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام مہدی مجھ سے ہے یا میری امت میں سے ہوگا۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر 10737، مستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملاحم حدیث نمبر 8673)

علاوہ ازیں کچھ روایات امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی وجود قرار دیتی ہیں۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب شدة الزمان۔ مستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملاحم حدیث نمبر 8481)

پھر امام مہدی کے نام اور دنیا میں اس کے عرصۂ قیام اور اس کے خروج کے مقام کے بارہ میں بھی روایات میں بہت اختلاف ہے۔

علاوہ ازیں بعض روایات کی بنا پر مسلمانوں کے بعض فرقے یہ عقیدہ گھڑے بیٹھے ہیں کہ امام مہدی نبی نہیں ہوگا جبکہ کئی دیگر روایات کے نتیجے میں بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ امام مہدی کا مقام بعض نبیوں سے بھی بلند ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

بعض روایات کی بنا پر یہ عقیدہ راہ پا گیا ہے کہ امام مہدی تلوار لے کر آئے گا اور کافروں کو اسلام یا قتل میں سے کسی ایک چیز کے انتخاب کا اختیار دے گا۔ جبکہ اس کے برعکس کئی روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ امام مہدی کے زمانے میں امن و سلامتی اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگا اور ظلم و جور کی حکومت ختم ہو جائے گی۔

امام مہدی کے بارہ میں ایسی اختلافات سے پُر تمام احادیث کو بیک وقت صحیح نہیں مانا جا سکتا۔ ان تمام احادیث کو درج کر کے علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں ان احادیث کے اسناد پر جرح و تنقید کی ہے اور بالآخر اپنی رائے یوں دی ہے کہ: ''فھذہ جملة الأحادیث التی خرّجھا الأئمة فی شأن المھدی وخروجه آخر الزمان وھی کما رأیت لم یخلص منھا من النقد إلا القلیل أو الأقل منه۔'' (مقدمہ ابن خلدون، الفصل الثانی والخمسون فی أمر الفاطمی)

یعنی: یہ وہ تمام احادیث ہیں جو آئمہ نے مہدی اور اس کے آخری زمانہ میں خروج کے متعلق بیان کی ہیں، اور یہ احادیث جیسا کہ آپ کو (ان کی جرح سے) معلوم ہو گیا ہے سوائے قلیل یا اس سے بھی بہت کم کے باقی تنقید سے خالی نہیں ہیں۔

اختلاف کی وجہ اور اس کا حل

ان روایات میں اختلاف کی بڑی وجوہ سیاسی ہیں۔ کیونکہ خلافت راشدہ کے بعد انتشار کے زمانہ میں ایک دوسرے پر اپنی سیاسی برتری ظاہر کرنے کے لئے ہر ایک قوم، گروہ اور فرقہ نے کوشش کی کہ تمام خیر اپنی ہی طرف منسوب کر لے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی بیان فرمائی کہ میری اُمّت میں سے ایک مہدی پیدا ہوگا تو ہر ایک گروہ کے اندر یہی خواہش پیدا ہوئی کہ وہ موعود مہدی ہم میں سے ہی پیدا ہو، اور چونکہ سب لوگ متقی وار خدا ترس نہیں ہوا کرتے اس لئے بعض لوگوں نے ایسی حدیثیں گھڑ لیں جن سے یہ ظاہر ہو کہ مہدی انہی کی قوم میں سے ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مہدی کے متعلق احادیث میں اس قدر گڑبڑ واقع ہوئی ہے۔

یہ درست ہے کہ تمام احادیث کا بیک وقت ایک شخص میں پورا ہونا ممکن نظر نہیں آتا ہے۔ لیکن اس کثرت سے ان احادیث کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ امام مہدی کے آنے کا وعدہ بہر حال درست ہے۔ گو ہر قوم یا گروہ نے اسے اپنی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لحاظ سے وہ احادیث جو مہدی کو کسی خاص قوم سے نہیں بتاتیں بلکہ یہ کہتی ہیں کہ وہ امت محمدیہ میں سے ایک فرد ہے یا جسے رسول کریمؐ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے وہ ضرور اس قابل ہیں کہ انہیں قبول کیا جاوے کیونکہ انہیں وضعی قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ مہدی کے متعلق کسی کو کیا ضرورت تھی کہ وہ یہ حدیث بناتا کہ مہدی امت محمدیہؐ سے ایک فرد ہوگا۔ ہاں بے شک جو احادیث مہدی کو کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص کرتی ہیں ان کے متعلق یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ بعد میں وضع کر لی گئی ہیں۔

حَکَم عدَل کا فیصلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض مسلمانوں کے ایک خونی اور جنگجو مہدی کے ظہور کے عقیدہ کے بالمقابل امام مہدی کے بارہ میں اپنا اور اپنی جماعت کا عقیدہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''مہدی اور مسیح موعود کے بارے میں جو میرا عقیدہ اور میری جماعت کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کی تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے بارہ میں ہیں ہرگز قابل وثوق اور قابل اعتبار نہیں ہیں۔ میرے نزدیک ان پر تین قسم کا جرح ہوتا ہے یا یوں کہو کہ وہ تین قسم سے باہر نہیں۔ (1) اول وہ حدیثیں کہ موضوع اور غیر صحیح اور غلط ہیں اور ان کے راوی خیانت اور کذب سے متہم ہیں اور کوئی دیندار مسلمان ان پر اعتماد نہیں پکڑ سکتا۔ (2) دوسری وہ حدیثیں ہیں جو ضعیف اور مجروح ہیں اور باہم تناقض اور اختلاف کی وجہ سے پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اور حدیث کے نامی اماموں نے یا تو ان کا قطعاً ذکر ہی نہیں کیا اور یا جرح اور بے اعتباری کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور توثیق روایت نہیں کی یعنی راویوں کے صدق اور دیانت پر شہادت نہیں دی۔ (3) تیسری وہ حدیثیں ہیں جو درحقیقت صحیح تو ہیں اور طرق متعددہ سے ان کی صحت کا پتہ چلتا ہے لیکن یا تو وہ کسی پہلے زمانہ میں پوری ہو چکی ہیں اور مدت ہوئی کہ ان لڑائیوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اب کوئی حالتِ منتظرہ باقی نہیں اور یا یہ بات ہے کہ ان میں ظاہری خلافت اور ظاہری لڑائیوں کا کچھ بھی ذکر نہیں صرف ایک مہدی یعنی ہدایت یافتہ انسان کے آنے کی خوشخبری دی گئی ہے اور اشارات سے بلکہ صاف لفظوں میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کی ظاہری بادشاہت اور خلافت نہیں ہوگی اور نہ وہ لڑے گا اور نہ خون ریزی کرے گا اور نہ اس کی کوئی فوج ہوگی اور روحانیت اور دلی توجہ کے زور سے دلوں میں دوبارہ ایمان قائم کر دے گا جیسا کہ حدیث لَا مَهْدِی إِلَّا عِیْسٰی جو ابن ماجہ کی کتاب میں جو اسی نام سے مشہور ہے اور حاکم کی کتاب مستدرک میں انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے اور یہ روایت محمد بن خالد جندی نے ابان بن صالح سے اور ابان بن صالح نے حسن بصری سے اور حسن بصری نے انس بن مالک سے اور انس بن مالک نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے اور اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ **بجز اس شخص کے جو عیسیٰ کی خو اور طبیعت پر آئے گا اور کوئی بھی مہدی نہیں آئے گا۔ یعنی وہی مسیح موعود ہوگا اور وہی مہدی ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خو اور طبیعت اور طریق تعلیم پر آئے گا یعنی بدی کا مقابلہ نہ کرے گا اور نہ لڑے گا** اور پاک نمونہ اور آسمانی نشانوں سے ہدایت کو پھیلائے گا اور اسی حدیث کی تائید میں وہ حدیث ہے جو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں لکھی ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ یضع الحرب یعنی وہ مہدی جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے دینی لڑائیوں کو قطعاً موقوف کر دے گا۔''

(حقیقة المھدی، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 429 تا 432)

پس امام مہدی وہی وجود ہے جسے دیگر احادیث میں عیسیٰ بن مریم کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اور اسے اپنی طرف اور اپنی امت کی طرف نسبت دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ پرانا عیسیٰ بن مریم اس امت میں آئے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ میری امت سے ایک امام مہدی ہوگا جسے عیسوی صفات عطا ہوں گی اور نیز کسر صلیب کی مناسبت سے اسے عیسیٰ بن مریم کا نام دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں اسے مہدی کے نام سے موسوم کرنے کی ایک نہایت لطیف وجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں بیان فرمائی ہے۔ فرمایا:

''وہ شخص موعود مہدی کے نام سے بھی اس لئے نامزد کیا گیا ہے **تا اس بات کی طرف اشارہ کیا جائے کہ لوگ اس کو مہدی یعنی ہدایت یافتہ نہیں سمجھیں گے بلکہ کافر اور بے دین کہیں گے** سو یہ نام پہلے سے بطور ذبّ اور دفع کے مقرر کیا گیا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مذمت کرنے والوں کے ردّ کیلئے محمدؐ رکھا گیا۔ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اس قابل تعریف نبی کی شریر اور خبیث لوگ مذمت کریں گے مگر وہ محمدؐ ہے یعنی نہایت تعریف کیا گیا۔ نہ کہ مذمّم۔''

(انجامِ آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 296)

(باقی آئندہ)

خطبہ جمعہ

غلامی سے آزادی اور آزادئ مذہب وضمیر ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ افریقہ بھی وہ براعظم ہے جس کے اکثر ممالک بڑا لمبا عرصہ محکوم قوم کے طور پر غلام بن کر زندگی گزارتے رہے۔ اس لئے ان ممالک کی یومِ آزادی کی خوشیاں اور جوبلی منانا یقیناً اُن کے لئے بہت اہم ہے اور یہ اُن کا حق ہے۔

اگر نیک نیتی سے، ایمان داری سے، انصاف سے یہ اپنی اس آزادی کا فائدہ اُٹھاتے رہے تو کوئی بعید نہیں کہ آئندہ آنے والے سالوں میں ایک وقت میں براعظم افریقہ دنیا کی رہنمائی کرنے والا ہو۔

ہر قسم کی غلامی سے رہائی انبیاء کے ذریعہ سے ہوتی ہے

افریقہ میں جن کو آزادی ملی ہے وہاں جماعت احمدیہ کا، اُن لوگوں کا جو احمدی ہوئے یہ کام ہے کہ اس تعلیم کو عام کریں، اس کو پھیلائیں، زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آنحضرت صلعم کی غلامی میں لائیں تا کہ اُن کو آزادی کی حقیقت معلوم ہو۔

قرآن مجید، احادیث نبویہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں غلاموں کی آزادی سے متعلق اسلامی تعلیمات کا جامع تذکرہ

بدقسمتی سے آج مسلمان حکمران اور علماء نے عوام کو قسما قسم کے اغلال اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔

اب مسلمانوں کے وقار اور ہر قسم کے فسادوں سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے، ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے احکامات اور تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اور یہ ممکن نہیں ہے جب تک اُس شخص کے انکار سے باز نہیں آتے جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں ہر دو قسم کے حقوق قائم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

اللہ کرے کہ مسلمان ملکوں کے سربراہ بھی اور افریقن ممالک کے سربراہ بھی اور سیاستدان بھی اور فوج بھی جو اکثر انقلاب کے نام پر حکومتوں پر قبضہ کرتی رہتی ہے اور مذہبی لیڈر بھی یا علماء کہلانے والے بھی اس حقیقت کو سمجھ لیں کہ اپنے ہم قوموں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے سے، انصاف پر نہ چلنے سے، دوسروں کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آئیں گے۔

خدا کی قسم! ہم میں سے ہر احمدی بوٹی بوٹی ہونا تو گوارا کر سکتا ہے لیکن ایسی آزادی اور حق رائے دہی پر تھوکتا بھی نہیں جو ہمیں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ کر دے۔

ہم نے تو ایسی آزادی پر اُس غلامی کو ترجیح دی ہے جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کی خاک بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بنا دے۔

ایک دن آئے گا کہ ہماری یہی عاجزی، ہماری یہی غلامی انشاء اللہ تعالیٰ دنیا کو حقیقی آزادی کا نظارہ دکھائے گی۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 25/نومبر 2011ء بمطابق 25/نبوت 1390 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ مورڈن۔ لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

آج کل براعظم افریقہ کے بعض ممالک کی آزادی کی گولڈن جوبلی منائی جارہی ہے۔ ان تقریبات کے منانے میں ہماری پین افریقن ایسوسی ایشن بھی حصہ لے رہی ہے۔ یہ ایسوسی ایشن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے وقت میں یہاں بنائی گئی تھی جو افریقن احمدی احباب کی ایسوسی ایشن ہے۔ بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا ہماری یہ ایسوسی ایشن بھی افریقن ممالک کی خوشیوں میں شامل ہو رہی ہے، پروگرام بنا رہی ہے۔ انہوں نے مجھے بھی کہا کہ اس موقع پر جو فنکشن کیا جا رہا ہے اُس میں شامل ہوں۔ اُن کا جو فنکشن ہوگا اُس میں تو انشاء اللہ میں شامل ہوں گا لیکن آج آزادی کے حوالے سے آپ کے سامنے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

غلامی سے آزادی اور آزادئ مذہب وضمیر ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ افریقہ بھی وہ براعظم ہے جس کے اکثر ممالک بڑا لمبا عرصہ محکوم قوم کے طور پر غلام بن کر زندگی گزارتے رہے۔ اس لئے ان ممالک کی یومِ آزادی کی خوشیاں اور جوبلی منانا یقیناً اُن کے لئے بہت اہم ہے اور یہ اُن کا حق ہے۔ اللہ کرے کہ یہ آزادی جو انہوں نے آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے مختلف ممالک سے حاصل کی، یہ حقیقی آزادی ہو اور دوبارہ وہ غلامی کی زندگی میں نہ جکڑے جائیں بلکہ اگر نیک نیتی سے، ایمان داری سے، انصاف سے یہ اپنی اس آزادی کا فائدہ اُٹھاتے رہے تو کوئی بعید نہیں کہ آئندہ آنے والے سالوں میں ایک وقت میں براعظم افریقہ دنیا کی رہنمائی کرنے والا ہو۔

اگر مذاہب کی تاریخ پر ہم نظر ڈالیں تو بانیانِ مذاہب یا انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں جن اہم کاموں کے لئے آتے ہیں اُن میں سے ایک بہت بڑا اور اہم کام آزادی ہے۔ چاہے وہ ظالم بادشاہوں اور فرعونوں کی غلامی سے آزادی ہو یا مذہب کے بگڑنے کی وجہ سے یا مذہب کے نام پر مذہب کے نام نہاد ٹھیکیداروں کے اپنے مفادات کی خاطر رسم ورواج یا مذہبی رسومات کے طوق گردنوں میں ڈالنے کی غلامی سے آزادی ہو۔ ہر قسم کی غلامی سے رہائی انبیاء کے ذِریعہ سے ہوتی ہے۔ لیکن یہ بدقسمتی ہے کہ بہت سی قوموں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا اور آزادی کے حقیقی علَم برداروں کا انکار کر کے نہ صرف اپنی حقیقی آزادی سے محروم ہوئے بلکہ خدا تعالیٰ کی پکڑ میں آ کر تباہ و برباد بھی ہوئے۔ انہوں نے دنیاوی حاکموں کی غلامی کو احکم الحاکمین کی غلامی پر ترجیح دی۔ اُس غلامی پر ترجیح دی جس غلامی سے آزادیوں کے نئے باب کھلتے ہیں۔

پس آزادی کی ترجیحات بدلنے سے نہ صرف آزادی ہاتھ سے جاتی رہی بلکہ دنیا و آخرت بھی برباد ہو گئی۔ پس اگر آزادی کی حقیقت کی گہرائی میں جائیں تو اصل آزادی انبیاء کے ذریعہ سے ہی ملتی نظر آتی

ہے اور سب سے بڑھ کر ہمارے سامنے جو آزادی کا سورج ہے، جس کی کرنیں دور دور تک پھیلی ہوئی اور ہر قسم کی آزادی کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جنہوں نے ظاہری غلامی سے بھی آزادی دلوائی اور مختلف قسم کے طوق جو انسان نے اپنی گردن میں ڈالے ہوئے تھے، اُن سے بھی آزاد کروایا۔ بلکہ آپؐ کے ساتھ حقیقی رنگ میں جڑنے سے آج بھی آپؐ کی ذات آزادی دلوانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کے خطاب سے نوازا تو آپ کی خاتمیت تمام دینی و دنیاوی حالات کا احاطہ کرتے ہوئے اُس پر مہر ثبت کرگئی۔ پس اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ کی گواہی اور اعلان کے بعد کسی سعید فطرت کے ذہن میں یہ شک پیدا بھی نہیں ہوسکتا کہ صرف اور صرف مُہرِ محمدی ہی ہے جو تمام قسم کے کمالات پر مُہر ثبت کرنے والی ہے اور ان کمالات کی انتہا آپؐ کی ذات میں ہی پوری ہوتی ہے۔ پس جب ہر کام اور ہر معاملے کی انتہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو کسی بھی رنگ میں آزادی دلوانے کے کمالات بھی آپؐ کی ذات سے ہی پورے ہونے تھے اور ہوئے۔ اور ایک دنیا نے دیکھا کہ یہ کمالات بڑی شان سے آپؐ کے ذریعے پورے ہوئے یا پورے ہو رہے ہیں اور جو حقیقت میں آپ کے ساتھ جڑنے والے ہیں وہ اب تک اس کا نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہوئی کامل کتاب جو خاتم الکتب بھی کہلاتی ہے، اس میں آزادی کے مضمون کو مختلف حوالوں اور مختلف رنگ سے بیان کیا گیا ہے اور پھر اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اس خوبصورت تعلیم کی شان کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ایک جگہ فرماتا ہے فَکُّ رَقَبَةٍ (سورۃ البلد:14) گردن چھڑانا۔ یا اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ غلام کو آزاد کرنا یا آزادی میں مدد کرنا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایک آیت کا کچھ حصہ پڑھتا ہوں کہ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ۔ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ (سورۃ البقرۃ:178) اور مال دے اُس کی محبت رکھتے ہوئے، اقربا کو، اور یتامیٰ کو اور مساکین کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے آزاد کرنے کے لئے، یعنی غلاموں کے آزاد کروانے کے لئے۔

اور جو مضمون اس سے پہلے چل رہا ہے، اُس کو سامنے رکھیں تو بتایا گیا ہے کہ یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ، یومِ آخر اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لانے کے بعد یہی نیکیاں ہیں جو بندے کو خدا کا قرب دلاتی ہیں اور ان میں غلاموں کی آزادی بھی شامل ہے۔ پس ایمان کی حالت کو قائم رکھنے کیلئے، نیکیوں میں بڑھتے چلے جانے کے لئے، نیکیوں کے اعلیٰ نمونے دکھانے کے لئے غلاموں کی آزادی یا کسی انسانی جان کو آزاد کروانا یہ ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بہت ساری مثالیں ملتی ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے، یہ بخاری کی حدیث ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی مسلمان غلام آزاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے دوزخ سے کُلّی نجات عطا کرے گا۔

(بخاری کتاب کفارات الأیمان باب قول اللہ تعالیٰ: أو تحریر رقبة......حدیث نمبر 6715)

پھر اسلام میں مختلف مواقع پر کفّارہ کے طور پر غلام آزاد کرنے کی تعلیم قرآنِ کریم میں متعدد جگہ ہے۔ کہیں فرمایا کہ اگر کوئی مومن غلطی سے کسی مومن کے ہاتھ سے قتل ہو جائے تو غلام آزاد کرو اور خون بہا بھی ادا کرو۔ (النساء:93) اور صرف مومن کے قتل پر ہی غلام آزاد کرنے کی یہ سزا نہیں سنائی گئی یا اس کی تحریک نہیں کی گئی۔ بلکہ فرمایا کہ اگر کسی قوم کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے اور اُس کا کافر بھی تم سے قتل ہو گیا ہے تو ایک غلام کو آزاد کرو۔ (النساء:93) پھر خدا کی قسم کھا کر توڑنے کی سزا میں جہاں اپنی حیثیت کے مطابق مختلف امکانات دیئے گئے ہیں کہ اگر یہ نہیں تو یہ سزا ہے، یہ نہیں تو یہ سزا ہے، وہاں ایک سزا غلام آزاد کرنے کی بھی ہے۔ (المائدہ:90)

پس مختلف موقعوں پر غلاموں کی آزادی کا جو ذکر ہے یہ اس لئے ہے کہ اسلام آہستہ آہستہ غلامی کے سلسلہ کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اُس زمانے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یا آپ سے پہلے کا زمانہ تھا، غلام رکھنے کا عام رواج تھا۔ اسلام نے آکر اس غلامی کے طریق کو ختم کرنے کے لئے مختلف موقعوں پر زور دیا ہے جیسا کہ مَیں نے بتایا۔ بلکہ احادیث میں یہ بھی آتا ہے، ایک روایت اسماء بنتِ ابی بکر سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو فرمایا کرتے تھے کہ سورج گرہن کے موقع پر بھی غلام آزاد کیا کرو۔

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.

Contact: Anas A.Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panel) **& David Wilson.**

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005
Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

(بخاری کتاب العتق باب ما یستحب من العتاقة فی الکسوف والایات حدیث نمبر 2520) یعنی جو صاحبِ حیثیت ہیں جن کو توفیق ہے وہ ایسا ضرور کریں۔

پھر غلام کی عزت اور اُس کے حق کی آپ نے اس طرح بھی حفاظت فرمائی کہ ایک روایت میں آتا ہے۔ سات بھائی تھے اور اُن کے پاس ایک مشترک غلام تھا۔ ایک موقع پر ایک بھائی کو غلام پر غصہ آیا تو اُس نے اُس کو غصے میں زور سے ایک طمانچہ مار دیا، چپیڑ مار دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں جب یہ بات آئی تو آپ نے فرمایا اس غلام کو آزاد کرو۔

(مسلم کتاب الایمان باب صحبة الممالیک و کفارة من لطم عبده حدیث نمبر 4304)

تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس غلام کو رکھو کیونکہ تمہیں غلام سے حسنِ سلوک ہی نہیں کرنا آتا۔

غرض کہ اگر اُس زمانے میں جائیں جہاں غلام رکھنا ایک عام بات بھی تھی اور جو امراء تھے اُن کے لئے ایک بڑی دولت بھی تھی۔ جتنے زیادہ کسی کے پاس غلام ہوتے تھے اُتنا ہی وہ امیر سمجھا جاتا تھا اور امیر لوگ غلام رکھتے بھی تھے۔ اُس وقت یہ حکم ہیں کہ اگر اصل دولت چاہتے ہو جو ایمان کی دولت ہے تو بہتر ہے کہ غلاموں کو آزاد کرو۔ اُن کی آزادی کے سامان پیدا کرو۔ اور اس حکم کے تحت صحابہ نے حسبِ توفیق درجنوں سے ہزاروں تک غلاموں کو آزاد کیا ہے۔

حضرت عثمانؓ بن عفان کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے ایک ہی موقع پر بیس ہزار غلام آزاد کئے اور اس کے علاوہ اَور بھی بہت سارے کئے۔ جن کو جتنی جتنی توفیق تھی انہوں نے اتنے کئے۔ بعضوں نے درجنوں کئے اور بعضوں نے ہزاروں کئے۔ جن کے پاس کام کاج کے لئے بھی غلام تھے اُنہیں بھی اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ان سے بھائیوں جیسا سلوک کرو۔ جو خود پہنو، اُنہیں پہناؤ۔ جو خود کھاؤ، اُنہیں کھلاؤ۔

(بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من أمر الجاهلية......حدیث نمبر 30)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا اسوہ یہ تھا کہ حضرت خدیجہؓ نے جب شادی کے بعد دولت اور اپنے غلام آپؐ کو دے دیئے تو آپؐ نے آزاد کر دیئے۔ اُن میں سے ایک غلام حضرت زید بن حارثہ تھے اُن کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا اور ایسا شفقت اور پیار کا سلوک فرمایا کہ جب اُن کے حقیقی والدین اُن کو لینے آئے تو زید نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد نمبر 2 زید بن حارثة صفحہ نمبر 142-141 دار الفکر بیروت 2003ء)

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حسنِ سلوک تھا۔ حسن و احسان کے کمال کی یہ وہ معراج تھی جس نے آزادی پر غلامی کو ترجیح دی، جس نے آپ کی محبت کے مقابلے میں خونی رشتے اور محبت کو جھٹک دیا۔

پس اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے والے اس آزادی کے ہزارویں بلکہ لاکھویں حصے کی مثال پیش نہیں کر سکتے کہ کسی نے کبھی اس حد تک غلاموں کی آزادی کے سامان کئے ہوں، انسانیت کی آزادی کے سامان کئے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو فرمایا کہ اپنے غلاموں سے اُن کے کام کاج کے دوران حسنِ سلوک کرو۔ اور اگر سخت کام دو تو اُن کا ہاتھ بٹاؤ۔

(بخاری کتاب الأیمان باب المعاصی من أمر الجاهلية......حدیث نمبر 30)

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلامی کی تعریف بدل دی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک اٹالین مستشرق ہے، ڈاکٹر ویگلیری (Vaglieri) لکھتی ہیں کہ:

''غلامی کا رواج اُس وقت سے موجود ہے جب سے انسانی معاشرے نے جنم لیا اور اب تک بھی باقی ہے۔ مسلمان خانہ بدوش ہوں یا متمدن، ان کے اندر غلاموں کی حالت دوسرے لوگوں سے بدر جہا بہتر پائی جاتی ہے۔ یہ ناانصافی ہوگی کہ مشرقی ملکوں میں غلامی کا مقابلہ امریکہ میں آج سے ایک سوسال پہلے کی غلامی سے کیا جائے۔ حدیث نبوی کے اندر کس قدر انسانی ہمدردی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ مت کہو کہ وہ میرا غلام ہے بلکہ یہ کہو کہ وہ میرا لڑکا ہے۔ اور یہ نہ کہو کہ وہ میری لونڈی ہے بلکہ یہ کہو کہ وہ میری لڑکی ہے''۔

پھر لکھتی ہیں کہ ''اگر تاریخی لحاظ سے اُن واقعات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں عظیم الشان اصلاحیں کیں۔ اسلام سے پہلے قرضہ ادا نہ ہونے کی صورت میں بھی ایک آزاد آدمی کی آزادی کے چھن جانے کا امکان تھا''۔ (اگر ایک شخص نے کسی سے قرض لیا ہے اور وہ قرض ادا نہیں کر سکا تو جب تک وہ قرض ادا نہیں کرتا تھا اُس کو قرض دینے والے کی غلامی کرنی پڑتی تھی یا اس کے امکانات موجود تھے) لکھتی ہیں کہ ''لیکن اسلام لانے کے بعد کوئی مسلمان کسی دوسرے آزاد مسلمان کو غلام نہیں بنا سکتا تھا۔ خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلامی کو محدود ہی نہیں کیا بلکہ آپ نے اس بارے میں اوامر و نواہی جاری کئے اور مسلمانوں کو کہا کہ وہ قدم آگے بڑھاتے رہیں حتیٰ کہ وہ وقت آجائے جب رفتہ رفتہ تمام غلام آزاد ہو جائیں''۔

(An Interpretation of Islam by Laura Veccia Vaglieri translated by Dr. Aldo Caselli page no. 72-73 The Oriental & Religious Publishing Corporation Limitd Rabwah Pakistan)

یہ پروفیسر ویگلیری جو ہیں، انہوں نے اٹالین میں کتاب لکھی ہے۔ اس کا انگلش میں ترجمہ ہوا ہے

اور اس میں اسلام کی تعلیم کے بارے میں بڑے اچھے طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ایک زمانے میں جماعت احمدیہ امریکہ نے یہ کتاب شائع کی تھی اس کو دوبارہ شائع کرنا چاہئے۔اگر کسی کے نام اُس وقت کے حقوق محفوظ نہیں ہیں اور امریکہ والوں کو اجازت ملی تھی تو اس کو شائع کرنا چاہئے۔ یہ اُن دشمنوں کا منہ بند کرنے کے لئے بہت کافی ہے جو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں۔

پس یہ تعلیم، یہ اسوہ جس کا اعتراف غیر بھی کئے بغیر نہیں رہے وہ عظیم الشان تعلیم اور اسوہ ہے جو انسان کی آزادی کی حقیقت ہے۔ یہ چند مثالیں مَیں نے دی ہیں۔قرآنِ کریم اور احادیث میں ہمیں اس بارے میں بے شمار احکامات اور رہنمائی اور ہدایات ملتی ہیں اور یہی حقیقی تعلیم ہے جس پر کاربند ہو کر دنیا کو آزادی مل سکتی ہے اور امن، انصاف اور صلح کا قیام ہو سکتا ہے۔

افریقہ میں جن کو آزادی ملی ہے وہاں جماعت احمدیہ کا، اُن لوگوں کا جو احمدی ہوئے یہ کام ہے کہ اس تعلیم کو عام کریں، اس کو پھیلائیں، زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لائیں تاکہ اُن کو آزادی کی حقیقت معلوم ہو۔صرف ایک دفعہ گولڈن جوبلی منا لینے سے آزادی نہیں قائم ہوتی بلکہ آزادی اُس وقت قائم ہوگی جب جو حکمران ہیں وہ بھی اور جو عوام ہیں وہ بھی اس حقیقت کو جانیں گے کہ ہم نے کس طرح اس آزادی کو قائم رکھنا ہے اور اس کے لئے کیا طریق اختیار کرنا ہے اور وہ طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں اور قرآنی تعلیم میں ہی ملے گا۔ویگلیری صاحبہ نے تو صرف مسلمان غلام نہیں بن سکتا لکھا ہے لیکن جو حقیقی مسلمان معاشرہ ہے اس میں کبھی بھی کوئی غلام نہیں بن سکتا۔

یہ بات بھی ایک مسلمان کے لئے بہت اہم ہے اور ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے قبل جو آخری نصیحت اُمّت کو فرمائی تھی وہ یہ ہے کہ نمازوں اور غلاموں کے متعلق میری تعلیم کو نہ بھولنا۔ (سنن ابن ماجه كتاب الوصايا باب هل أوصى رسول الله ﷺ حدیث نمبر 2698)

لیکن مسلمانوں کی اکثریت کی اور خاص طور پر امراء اور اربابِ حکومت کی یہ بدقسمتی ہے کہ ان ہی دونوں تعلیموں کو بھلا بیٹھے ہیں۔ نہ ہی نمازوں میں وہ ذوق وشوق نظر آتا ہے اور خوفِ خدا نظر آتا ہے، نہ ہی غلامی کو دور کرنے کی کوشش ہے۔ گو وہ زرخرید غلاموں والی کیفیت تو آج نہیں ہے لیکن حکومت کے نام پر عوام سے غلاموں والا سلوک کیا جاتا ہے۔

بعض ملکوں میں جو بے چینی اور شور شرابہ ہے، خاص طور پر بعض مسلمان عرب ملکوں میں بھی وہ اس لئے ہے کہ عوام الناس کو یہ احساس پیدا ہو گیا ہے کہ ہم سے غلاموں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔ایک حکومت جمہوریت کے نام پر آتی ہے تو پھر اُس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جو صدر بنا ہے وہ تاحیات رہے اور اُس کے بعد جو اُس کی اولاد ہے وہ حکومت پر قبضہ کر لے۔خوشامدیوں اور مفاد پرستوں نے ان لوگوں کے اردگرد جمع ہو کر اُن کی ترجیحات اور قدریں ہی بالکل بدل دی ہیں اور پھر وہ حکومت قائم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اپنے ہی عوام پر گولیاں چلائی جاتی ہیں۔اور پھر اسلام دشمن طاقتیں یا بڑی طاقتیں یا مفاد حاصل کرنے والی طاقتیں اپنے مفادات کے لئے، ملک کی دولت پر قبضہ کرنے کے لئے ان فسادات کو جو عوام کی طرف سے حکومت کے ظلموں سے نجات کے لئے کئے جاتے ہیں اَور زیادہ ہوا دیتی ہیں۔ مدد کے نام پر آتے ہیں اور پھر یہ ایک ایسا شیطانی چکر شروع ہو جاتا ہے جو ملک کی ترقی کو بھی سو سال پیچھے لے جاتا ہے اور عوام کی آزادی کی کوشش کو بھی مزید غلامی میں جکڑ لیتا ہے۔اگر براہِ راست نہیں تو بالواسطہ اپنوں کی غلامی سے نکل کر غیروں کی غلامی میں چلے جاتے ہیں۔

مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بعض بڑی طاقتیں جن حکومتوں کی پشت پناہی کر کے اُنہیں سالوں کرسی پر بٹھائے رکھتی ہیں اور عوام کی آزادی کے سلب ہونے کی کبھی کوئی پرواہ نہیں کرتیں، ان کے اپنے مفادات جب اُن حکومتوں سے ختم ہو جاتے ہیں تو عوام کی آزادی کے نام پر اُن حکومتوں کے تختے الٹائے جاتے ہیں، اُن کو نیچے اتارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔لیکن اب بعض ملکوں میں ماضی قریب میں ایسی صورتحال پیدا ہوئی ہے کہ جب تختے الٹے اور نئی حکومتیں بنی ہیں تو اُن کو دیکھ کر یہ طاقتیں بھی پریشان ہونے لگ گئی ہیں کہ ہماری مرضی کی حکومتیں نہیں آئیں۔بعض جگہوں پر اُن کی مرضی کی تبدیلیاں نہیں ہوئیں یا ایسے امکانات پیدا ہو رہے ہیں کہ تبدیلیاں نہیں ہوں گی۔ یہ چیزیں پھر اُن کی پریشانی کا باعث بن رہی ہیں اور پھر ایک اور فساد کا سلسلہ اور منافقت کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے بلکہ بعض جگہوں پر ہو چکا ہے۔عوام بھی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ایک حکومت کی غلامی سے نکل کر دوسرے کی حکومت کی غلامی میں جا رہے ہیں اور بعض جگہوں پر تو چلے گئے ہیں۔اب اُن کو احساس پیدا ہو گیا ہے کہ ملکی دولت اب بھی عوام کی بہبود پر، اُن کی بہتری کے لئے، اُن کو حق وانصاف دلانے کے لئے، اُن کو تعلیم یافتہ بنانے کے لئے خرچ نہیں ہو رہی اور نہ ہوگی کیونکہ جو حکومتیں آ رہی ہیں وہ بھی اپنے مفادات لے کر آ رہی ہیں۔عوام میں غربت اور کم معیارِ زندگی پہلے بھی تھا اور آئندہ بھی جو خوش فہمی ہے کہ دُور ہو جائے گا وہ نہیں دُور ہوگا بلکہ قائم رہے گا۔ یہ کچھ عرصے بعد آپ خود ہی دیکھ لیں گے۔اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت پر حکمران عمل نہیں کرتے۔ مسلمان کہلاتے ہیں لیکن آپؐ کی نصیحت پر عمل کرنے والے نہیں۔ پہلے زمانوں میں تو ایک شخص اپنی دولت کے بل بوتے پر غلام رکھتا تھا۔اب ملکی دولت کو ملک کے عوام کو ہی غلام بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اب تو میڈیا بھی بولنا شروع ہو گیا ہے اور ظاہر بھی کرتا ہے تصویریں بھی آ جاتی ہیں کہ تیل پیدا کرنے والے ملکوں میں بھی غربت وافلاس ہے۔ایک طرف سونے کے محلات ہیں تو دوسری طرف ایک گھرانے کو دو وقت کی روٹی بھی پیٹ بھر کر مہیا نہیں ہوتی۔پس حقوق غصب کر کے عوام کو غلام بنایا جا رہا ہے اور بنا دیا گیا ہے۔

کہاں تو وہ زمانہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اپنی فوجوں کو عیسائی علاقے سے واپس بلانا پڑا کہ اُس وقت دشمنوں کی طاقت کی وجہ سے مسلمان اپنا قبضہ اُس علاقے میں برقرار نہیں رکھ سکتے تھے تو اُن عیسائیوں کو مسلمانوں نے اُن سے لی ہوئی وہ رقم واپس کی جو ٹیکس کے طور پر تھی اور اُن کی حفاظت اور بہبود کے لئے تھی، اُن کے حقوق ادا کرنے کے لئے تھی کہ ہم اب کیونکہ تمہارے حقوق ادا نہیں کر سکتے اس لئے جو رقم لی گئی تھی تمہیں واپس کرتے ہیں۔ اُس وقت وہ جو عیسائی رعایا تھی وہ روتے تھے اور روتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ تم لوگ دوبارہ واپس آؤ۔(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد نمبر 2 حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ صفحہ نمبر 172-171 ادارہ اسلامیات لاہور) کیونکہ تم جیسے حاکم ہم نے نہیں دیکھے۔مسلمان حکومت کے تحت ہمیں جو انصاف اور حقوق ملے ہیں وہ ہمیں ہماری حکومتوں میں نہیں ملے۔

اور کہاں اب یہ زمانہ ہے کہ مسلمان حکمران مسلمانوں کی دولت لوٹ رہے ہیں اور ملک میں انصاف ختم ہے۔حقوق غصب کئے جا رہے ہیں۔کسی کی جان اور مال محفوظ نہیں ہے۔اور پھر بڑی ڈھٹائی سے یہ دعویٰ ہے کہ ہم عوام کے لئے جو کچھ کر رہے ہیں کوئی اور نہیں کر سکتا۔ یہ جو انقلابی صورت مختلف ممالک میں پیدا ہوئی ہے اور جس سے جیسا کہ مَیں نے کہا مفاد پرست فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔بعض مذہب کے نام پر اپنے مفاد حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ یہ کبھی نہ ہوتا اگر عوام کے حقوق اُنہیں دیئے جاتے۔ اگر حکومتیں انصاف پر قائم ہوتیں، عوام کی آزادی کی حفاظت کی جاتی اور حکومتیں بھی لالچ کے بجائے انصاف قائم رکھنے کی کوشش کرتیں تو کبھی یہ فساد نہ ہوتا۔ مذہبی لوگوں کا مَیں نے ذکر کیا ہے تو انہوں نے عوام کو دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے، دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے دین میں غلط رسوم پیدا کر کے، غلط تشریحات کر کے اُن کی گردنوں میں ان رسوم ورواج کے اور غلط تعلیمات کے طوق ڈال دیئے ہیں، اور اس طرح ان کو غلام بنایا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ نے تو اس عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو انسانیت کی عظمت قائم کرنے آیا تھا یہ فرمایا ہے۔وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف:158) کہ یہ ہمارا نبی اُن کے بوجھ دور کرتا ہے اور جو طوق اُن کی گردنوں میں پڑے ہوئے ہیں اُنہیں کاٹتا ہے۔لیکن یہاں آجکل کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں تو بالکل اس کے الٹ نظر آتا ہے۔

مسلمان ممالک کو جو اس نبی کے ماننے والے ہیں یا ماننے کا دعویٰ کرنے والے ہیں، ماننے کے بعد حق وانصاف اور آزادی دینے کا نمونہ ہونا چاہئے تھا۔ دوسرے ممالک کو، غیر مسلم ممالک کو ان کا حق و انصاف اور عوام کی آزادی اور ترقی کو دیکھ کر نمونہ پکڑنا چاہئے تھا۔لیکن یہاں اس کے بالکل الٹ ہے اور علماء جو حقیقی اسلامی تعلیم کے پھیلانے والے ہو کر ہر قسم کی بدعات سے مسلمانوں کو پاک کرنے والے ہونے چاہئے تھے انہوں نے بھی اُن کے گلوں میں طوق ڈال دیئے ہیں۔ دونوں نے مسلمان عوام الناس کو غلامی کے بوجھوں تلے دبایا ہوا ہے اور طوقوں میں جکڑا ہوا ہے۔

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths
Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)
•Asylum & Immigration
•New Point Based System
•Settlement Applications (ILR)
•Post Study Work Visa
•Nationality & Travel Documents
•Human Rights Applications
•High Court of Appeals
قانونی مشاورت برائے اسائلم
• Switching Visas
• Over Stayers
• Legacy Cases
• Work Permits
• Visa Extensions
• Judicial Reviews
• Tribunal Appeals
HEAD OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)
Tel: 02086 720 666 02086 721 738
24 Hours Emergency No:
07878 33 5000 / 0777 4222 062
Same Day Visa Service
Email: law786@live.com
RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)
SOW THE SEEDS OF LOVE

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

پس صرف حکمرانوں پر ہی الزام نہیں ہے بلکہ آجکل کے علماء بھی اُن لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے جھوٹے رسم ورواج اور جھوٹے عقائد کو دین کا نام دے کر عوام کے جذبات سے کھیلتے ہوئے اُنہیں ایک طرح سے غلام بنالیا ہے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا، کبھی ختم نہیں ہوگا تاوقتیکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اُس فرستادے کو نہیں مان لیتے جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں انسانی قدریں قائم کرنے کیلئے اور ہمیں ہر قسم کے بوجھوں اور طوقوں سے آزاد کروانے کیلئے بھیجا ہے۔ اور صرف اور صرف ایک غلامی میں آنے کی تعلیم دی ہے اور وہ خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہے۔ جس غلامی سے پھر آزادیوں کے نئے راستے نظر آتے ہیں، انصاف نظر آتا ہے، برابری نظر آتی ہے اور ایک ایسا حسین معاشرہ نظر آتا ہے جہاں حقوق لینے کے لئے جلوس نہیں نکالے جاتے۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے غلط طریق استعمال نہیں کئے جاتے بلکہ حقوق دینے کے لئے بادشاہ بھی اور فقیر بھی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔

پس اب مسلمانوں کے وقار اور ہر قسم کے فسادوں سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے، ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے احکامات اور تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اور یہ ممکن نہیں ہے جب تک اُس شخص کے انکار سے باز نہیں آتے جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں ہر دو قسم کے حقوق قائم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے مختلف مواقع پر بڑے خوبصورت رنگ میں ہمارے سامنے اس تعلیم کو رکھا ہے جو حق وانصاف کو قائم رکھتی ہے، جو مستقل آزادی کی ضمانت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

’’یاد رکھو کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہئے۔ اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اُس کی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک سمجھتا ہے ایسے ہی عملی طور پر اُس کو دکھانا چاہئے اور اُس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ملائمت سے پیش آنا چاہئے‘‘۔

فرمایا: ’’جب تک تمہارا آپس میں معاملہ صاف نہیں ہوگا اُس وقت تک خدا تعالیٰ سے بھی معاملہ صاف نہیں ہوسکتا۔ گوان دو قسم کے حقوق میں بڑا حق خدا تعالیٰ کا ہے مگر اُس کی مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنا یہ بطور آئینہ کے ہے۔ جو شخص اپنے بھائیوں سے صاف صاف معاملہ نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کرسکتا‘‘۔

لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ بھائی سمجھا بھی تو جائے۔ جو اپنے آپ کو بالا سمجھے، دوسرے کو حقیر سمجھے اور اُس کے لئے کوشش بھی کرتا رہے، اُس سے کبھی انصاف اور بھائی چارے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

بہرحال پھر آپ آگے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت بنائی تھی اُن میں سے ہر ایک زکی نفس تھا‘‘ (پاک نفس تھا) ’’اور ہر ایک نے اپنی جان کو دین پر قربان کر دیا ہوا تھا۔ اُن میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو منافقانہ زندگی رکھتا ہو۔ سب کے سب حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والے تھے‘‘۔ (ملفوظات جلد نمبر 5 صفحہ 408-407۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

پس جب دین دنیا پر مقدم ہو تبھی وہ حالت پیدا ہوتی ہے جو خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والا بناتی ہے اور مخلوق کا حق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ پیدا ہوتی ہے۔ آج بظاہر ہمیں ایک بھی لیڈر مسلمانوں میں، مسلمان ملکوں میں نظر نہیں آتا جو یہ معیار قائم کرنے والا ہو۔ اور جب حقیقی اور انصاف پسند اور حقوق ادا کرنے والے رہنما نہ ہوں تو پھر ہر ایک اپنے حق اور آزادی کے لئے اپنے طریق پر عمل کرتا ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا، اس سے مفاد پرست پھر اپنا مفاد حاصل کرتے ہیں اور پھر انصاف اور آزادی کے نام پر ظلموں کی نئی داستانیں رقم ہوتی ہیں، ایک نئی کہانیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ پس آجکل کی جو آزادی ہے وہ آزادی کے نام پر ایک غلامی سے نکل کر دوسری غلامی میں جانا ہے۔ افریقہ کے اکثر ممالک میں دیکھ لیں یا دوسرے مسلمان ممالک میں دیکھ لیں یہی صورت نظر آتی ہے۔ اگر غیروں کی غلامی سے نجات ملی ہے تو اپنوں کی غلامی نے گھیر لیا ہے۔

اللہ کرے کہ مسلمان ملکوں کے سربراہ بھی اور افریقن ممالک کے سربراہ بھی اور سیاستدان بھی اور فوج بھی جو اکثر انقلاب کے نام پر حکومتوں پر قبضہ کرتی رہتی ہے اور مذہبی لیڈر بھی یا علماء کہلانے والے بھی اس حقیقت کو سمجھ لیں کہ اپنے ہم قوموں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے سے، انصاف پر نہ چلنے سے، دوسروں کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آئیں گے۔ ہر راعی سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی رعایا کا حق ادا کیا؟ جو تمہاری ذمہ داری تھی تم نے ادا کی یا ملکی دولت کو اپنی تجوریوں میں بھرتے رہے؟۔ اسلام اور اللہ رسول کا نام تو لیتے رہے۔ کیا اس نام کا پاس تم نے کیا؟ اور نفی میں جواب پر یقیناً اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے کیونکہ خدا تعالیٰ کے سامنے تو جھوٹ نہیں بولا جاسکتا۔ خدا تعالیٰ سے کوئی چیز چھپائی نہیں جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔ حقیقی مؤمن وہ ہیں جو لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المؤمنون: 9) اپنی امانتوں اور عہدوں کا خیال رکھتے ہیں۔ پس سربراہان اپنی امانتوں کے بارے میں پوچھے جائیں گے جبکہ وہ خاص طور پر اپنے عہد لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بناتے ہیں۔ یہ عہد کرتے ہیں کہ وہ ملک کے مفاد اور عوام کی بہتری، اُن کے حقوق کی ادائیگی، انصاف کے قیام اور آزادی کی خاطر ہر کوشش بروئے کار لائیں گے لیکن یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ اکثر جگہ ہم قومی دولت کو لٹتا ہوا ہی دیکھتے ہیں۔ علماء ہیں تو انہوں نے دین کو کمائی کا ذریعہ بنایا ہوا ہے اور عوام کو جیسا کہ مَیں نے کہا غلط رسم ورواج اور تعلیم اور عقائد کے طوق پہنا کر صرف اور صرف اپنے زیر رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عوام الناس ہیں تو وہ بھی اپنے حق ادا نہیں کر رہے۔ غرض کہ امانتوں کی ادائیگی کا حق ادا نہ کرکے بھی ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی پکڑ کو آواز دے رہا ہے۔ اور آجکل کے ملکوں کے فساد اسی بات کا منطقی نتیجہ ہیں۔ اور دہشت گردی، معاشی بدحالی، بدامنی یہ نہ صرف آجکل حال کی حالت ہے بلکہ ایک انتہائی بے چین کردینے والے مستقبل کی بھی نشاندہی کر رہی ہے۔

پاکستان میں ہی مثلاً آزادی کے بعد باسٹھ تریسٹھ سال میں ان تمام باتوں کی انتہا ہوئی ہے اور ہر روز اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اس لئے کس طرح ہم توقع کر سکتے ہیں کہ بہتر مستقبل ہوگا۔ انگریزوں کی غلامی سے تو ہمیں نجات مل گئی لیکن اپنوں کی غلامی کے طوق اور بھی زیادہ تنگ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پر بھی رحم فرمائے اور عوام پر بھی رحم فرمائے۔ جس پاکستان کو حاصل کرتے وقت قائداعظم نے اعلان کیا تھا کہ یہاں ہر مذہب کے ماننے والوں کو مذہبی آزادی ہے اور پاکستانی شہری کی حیثیت سے تمام شہری برابر ہیں، وہاں احمدیوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا جا رہا؟ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی غلامی میں رہنا ہر احمدی ہزاروں آزادیوں پر ترجیح دیتا ہے اور اپنی گردنیں کٹوانے کے لئے تیار ہے، ان کے حوالے سے غلط باتیں احمدیوں کی طرف منسوب کرکے، احمدیوں پر افتراء کرتے ہوئے، جھوٹے الزام لگاتے ہوئے احمدیوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والے ہیں۔ ہم شہری حقوق سے محروم ہونے کو تو کوئی حیثیت نہیں دیتے اور نہ اس کی کوئی حیثیت سمجھتے ہیں، ہمیں تو تمام حقوق سے بھی محروم کر دیا جائے تو ہم یہ برداشت کرلیں گے اور کر رہے ہیں لیکن ان نام نہاد علماء اور حکمرانوں کی خواہش کے مطابق ہم کبھی اپنے آپ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ احمدی کیوں پاکستان میں ووٹ کا حق استعمال نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ یہ کہتے ہیں کہ تمہارا یہ حق رائے دہی اور آزادی اس اعلان سے مشروط ہے کہ تم کہو کہ ہم مسلمان نہیں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہیں ہیں۔ خدا کی قسم! ہم میں سے ہر احمدی بوٹی بوٹی ہونا تو گوارا کرسکتا ہے لیکن ایسی آزادی اور حق رائے دہی پر تھوکتا بھی نہیں جو ہمیں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ کر دے۔ پس ایسی آزادی تم دنیاداروں کو مبارک ہو۔ ہم نے تو ایسی آزادی پر اُس غلامی کو ترجیح دی ہے جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کی خاک بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بنا دے۔ جو حقوق اللہ کی ادائیگی کا ادراک رکھتے ہوئے اُنہیں ادا کرنے والا بھی ہو اور حقوق العباد کی ادائیگی کا ادراک رکھتے ہوئے اُنہیں بجالانے والا بھی ہو۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن آئے گا کہ ہماری یہی عاجزی، ہماری یہی غلامی دنیا کو حقیقی آزادی کا نظارہ دکھائے گی۔ اور اپنے آپ کو آزاد کہنے والے جو اغلال میں جکڑے ہوئے ہیں، بوجھوں اور طوقوں میں پڑے ہوئے ہیں یہ یا اُن کی نسلیں ایک دن مسیح محمدی کی غلامی پر فخر محسوس کریں گی۔ جن سے اُن کو اُس حقیقی آزادی کا ادراک حاصل ہوگا جس کے قائم کرنے کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔

اللہ کرے دنیا اس آزادی کے دن جلد دیکھ لے اور اُن خوفناک نتائج سے بچ جائے جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوؤں کے انکار کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر احمدی کو بھی صبر اور استقامت سے ان سختیوں کے دن دعاؤں میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

ایک تاکیدی ارشاد

’’نمازوں کے اوقات میں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے پوری توجہ نمازوں کی طرف رکھو۔ تمہارے کام یا تمہارے دوسرے عذر تمہیں نمازیں پڑھنے سے نہ روکیں۔ کام کی خاطر نماز کو نہ چھوڑو بلکہ نماز کی خاطر کام کو چھوڑو۔ ورنہ یہ بھی ایک مخفی شرک ہے‘‘۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29/اپریل 2005ء)

خریداران الفضل انٹرنیشنل سے گزارش

کیا آپ نے الفضل انٹرنیشنل کا سالانہ چندہ خریداری ادا کر دیا ہے؟ اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں ادائیگی فرما کر رسید حاصل کرلیں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع فرمائیں۔ رسید کٹواتے وقت اپنے AFC نمبر کا حوالہ ضرور درج کروائیں۔ شکریہ

(مینجر)

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

بقیہ: رپورٹ دورہ یورپ از صفحہ نمبر 2

اب مَیں اصل موضوع کی طرف واپس آتا ہوں کہ فی الحقیقت مسجد کیا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا کہ مسجد کا مطلب عبادت کی جگہ ہے۔ میں اس کے متعلق مزید کچھ کہوں گا۔ یہ ایک بدقسمتی ہے کہ جب غیر مسلم مسجد کا لفظ سنتے ہیں تو ان کے ذہن میں عجیب وغریب اور خوفناک منظر اُبھرتا ہے اور وہ بری طرح خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے علاقہ میں مسجد تعمیر ہو رہی ہے تو خوف وہراس ان کا فوری ردِعمل ہوتا ہے کہ خدانخواستہ یہ مسجد دہشت گردی اور شدت پسندی کا ذریعہ نہ بن جائے۔ یہاں ضروری ہے کہ میں اس بات کی وضاحت کروں کہ ایک سچے مسلمان کے نزدیک مسجد سے کیا مراد ہے۔ آپ کو سمجھانے کی غرض سے میں لفظ 'مسجد' کے معانی بیان کرتا ہوں۔ اگر آپ لغت دیکھیں تو 'مسجد' کے لفظ کو 'عبادت کا گھر' کہا گیا ہے جیسا کہ مَیں نے پہلے آپ کو بتایا کہ Mosque کیلئے عربی میں 'مسجد' کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جو کہ سَجَدَ سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے کہ 'وہ جھکا'۔ چنانچہ جب مسجد کے لفظی مطلب پر غور کیا جائے تو یہ ہمیں دعا اور عبادت کی طرف ہی لے جاتا ہے۔ اس پر طبعی طور پر سوال اُٹھتا ہے کہ یہ عبادات کیسے بجالائی جاتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دعا کیلئے جھکے تو چاہئے کہ اس کا سارا بدن عاجزی سے پُر ہو اور وہ اپنے آپ کو ناچیز گردانے۔ تو ایسی عاجزی کے ساتھ اُسے اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوئے خدا کے سامنے جھکنا چاہئے اور اسی اطاعت کی حالت میں اسے خدا تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ مجھے مکمل طور پر اپنے احکام کی پیروی کی توفیق عطا کرے۔ تو یہ ہے مسجد کی حقیقت۔ یہ ایک المیہ ہے کہ اسلام کے بہت سے دشمن ہیں جو غلط تعلیمات، یعنی نعوذُ باللہ قرآنِ کریم خون بہانے اور دہشت گردی کو فروغ دیتا ہے، کے ذریعہ اسلام کا اصل چہرہ بگاڑ رہے ہیں۔ اس وجہ سے انتہائی افسوس کے ساتھ مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ بعض اسلامی گروہ اپنی غلط اور نفرت آمیز حرکات کی وجہ سے دشمنانِ اسلام کو اپنے دین کو بدنام کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ اور یہ بات میں نے اپنی بہت سی تقاریر میں دنیا کو بتلائی ہے۔ یہ واضح رہے کہ یہ نام نہاد مسلمان اسلام کی محبت کی وجہ سے ایسا نہیں کرتے بلکہ خودغرضی اور ذاتی مفادات کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں ان لوگوں سے جو کہ اسلام کی حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں درخواست کرتا ہوں کہ وہ دہشت گردوں کی نفرت آمیز حرکات یا اسلام کو بدنام کرنے کے دیگر ذرائع کی طرف توجہ نہ دیں کیونکہ مذہب کو انصاف کے ساتھ اور شفاف طریقہ سے پرکھنے کیلئے یہ درست طریق نہیں اور مَیں ان لوگوں سے جو کہ اسلام کے بارے میں جاننے کی پیاس رکھتے ہیں کہوں گا کہ اسلامی تعلیمات کو جاننے کیلئے سب سے عمدہ ذریعہ قرآنِ کریم ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔

جہاد کے نظریہ کو دیکھیں تو یہ وہ چیز ہے جو کہ غیر مسلموں کو تنگ کرتی ہے۔ جبکہ جہاد کے نظریہ کو جب قرآنِ کریم کی رُو سے دیکھا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی شاذ مواقع ہیں جہاں قرآن کریم نے جنگ کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور یہ اجازت بھی انتہائی سخت شرائط اور مخصوص حالات میں دی گئی ہے۔ مزید یہ کہ جب اس بات کا انصاف کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو دوسرے مقدس صحیفوں مثلاً بائبل وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ بہرحال اس موقع پر مَیں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ اس کے متعلق دوسری مذہبی کتب کیا کہتی ہیں۔ بلکہ صرف اتنا کہوں گا کہ احمدیہ مسلم جماعت ہی ہے جو کہ اسلام کی اصل اور حقیقی تعلیمات پیش کرتی ہے۔ بانیِ جماعت حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے مذہبی جنگوں اور جہاد کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور انہوں نے بتلایا ہے کہ آج کل کے حالات مذہبی جنگیں لڑنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ نیز انہوں نے بتلایا کہ مذہبی جنگیں لڑنے کا دَور اب ختم ہو چکا ہے۔

آپ کو سمجھانے کی غرض سے مَیں مختصراً ان حالات کا بھی ذکر کروں گا جن میں قرآنِ کریم نے اسلام کی ابتدا میں مذہبی جنگ لڑنے کی اجازت دی۔ لیکن اس کو بیان کرنے سے پہلے میں ناروے میں 22 جولائی کو ہونے والے خوفناک سانحہ کے متعلق کچھ کہنا چاہوں گا۔ مَیں اس غمناک سانحہ پر دل کی گہرائی کے ساتھ افسوس کرتا ہوں جس میں بہت سے معصوم لوگوں کی جانیں ضائع ہو گئیں۔ یہ دن نارویجین قوم کیلئے گہرے دکھ اور غم کا دن ہے۔ ہماری جماعت میں بھی ہر ایک نارویجین احمدی مسلمان جس کا تعلق خواہ کسی بھی ملک سے ہو اس خوفناک سانحہ پر اپنے دل میں دکھ اور درد محسوس کرتا ہے۔ اپنے ملک اور انسانیت سے محبت کرنا ایک سچے مسلمان کے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ 'اپنی قوم کے ساتھ محبت رکھنا ایمان کا بنیادی جزو ہے'۔ لہٰذا جب کوئی کسی بھی ملک میں رہتا ہے اور اس ملک کا شہری ہے اور اُس ملک سے فائدہ حاصل کرتا ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس ملک سے محبت کرے۔ اگر وہ اس ملک سے محبت اور وفا نہیں کرتا تو اس کی عبادت اطاعت سے خالی ہوگی اور ایسے شخص کا مسجد میں آنا ایک بے سود فعل ہوگا۔

قرآنِ کریم کا ایک واضح حکم ہے کہ اگر کوئی کسی کو بغیر وجہ کے قتل کرتا ہے تو گویا وہ پوری انسانیت کا قتل کرتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف اگر کوئی کسی کو زندگی دیتا ہے تو اس کا یہ فعل اتنا خوبصورت ہے کہ گویا وہ پوری کائنات کو زندگی دیتا ہے۔ یہ حکم انسانی اقدار کی حفاظت کرتا ہے۔ اس لئے چند ہفتے پہلے ہونے والے اندوہناک انسانیت سوز سانحہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ واضح ہو کہ صرف ناروے میں رہنے والے احمدیوں کو دکھ نہیں ہوا بلکہ پوری دنیا کے تمام احمدی مسلمانوں کو اس نقصان پر افسوس ہوا ہے اور وہ آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ یہ سانحہ کسی مسلمان کی وجہ سے نہیں ہوا۔ اس لئے اگر کوئی دہشت گرد اپنا تعلق کسی خاص مذہب سے بتائے تو یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی بھی مذہب ظلم کی اجازت نہیں دیتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ میں نے پہلے بھی نارویجین گورنمنٹ کو تعزیتی پیغام بھجوایا تھا جس کا معزز مہمانوں نے ذکر کیا ہے۔ لیکن میں اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی طرف سے اور دنیا کے ہر احمدی مسلمان کی طرف سے ان متاثرہ خاندانوں، نارویجین گورنمنٹ اور پوری نارویجین قوم سے افسوس کرتا ہوں۔ میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ ناروے میں موجود تمام احمدی شدت پسندی اور دہشت گردی سے لڑنے کے لئے آپ کی حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے شانہ بشانہ ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے تمام احمدی ساری دنیا میں کر رہے ہیں۔ ہم ہر قسم کی دہشت گردی کے خلاف ہیں اور اس کی مذمت کرتے ہیں خواہ یہ دہشت گردی سیاست کے نام پر ہو یا مذہب کے نام پر۔

اب مَیں واپس ان حالات کی طرف آتا ہوں جن میں ابتدائی مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ قرآنِ کریم ایک کھلی کتاب ہے اور دیکھنے والوں کیلئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام پہلو بھی واضح طور پر عیاں ہیں۔ اسلامی تعلیم یا اسلامی تاریخ کا کوئی حصہ بھی مخفی نہیں ہے۔ کوئی بھی تاریخ دان یا محقق جو غیر جانبداری سے اسلام کا مطالعہ کرے گا اُسے جلد احساس ہو جائے گا کہ اسلام کی وہ تصویر جو آج کل میڈیا میں بطور ایک شدت پسند مذہب کے پیش کی جا رہی ہے وہ غلط ہے اور ناانصافی ہے۔ حقیقت میں بہت سے غیر مسلم سکالرز اور ماہرین نے اسلام کے حق میں لکھا ہے اور اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ ان سکالرز کا تعلق مختلف مذاہب مثلاً عیسائیت اور ہندومت وغیرہ سے ہے۔ سر ولیم میور انیسویں صدی کے ایک مشہور مستشرق ہیں۔ انہوں نے بھی اسلام پر کئی اعتراضات کئے ہیں۔ لیکن اپنی تحقیق اور مطالعہ کی بنا پر وہ اسلام سے مثبت رنگ میں بھی متاثر ہوئے۔ بالخصوص جنگی قیدیوں اور غلاموں کے ساتھ نرم رویہ کی تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کیرن آرمسٹرانگ نے بھی اسلام کے متعلق اور بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ حسنہ کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک اور برطانیہ کے مشہور سکالر پروفیسر رچرڈ بونے جو کہ اسلام کے بارے میں گہرا علم رکھتے ہیں اور چرچ آف انگلینڈ کی جانب سے ان کو ریورنڈ (REVEREND) کا خطاب بھی ملا ہے اور مختلف سوسائٹیوں کے ممبر بھی ہیں انہوں نے اسلام کے متعلق اور بالخصوص 'جہاد' کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ کافی تحقیق اور غور وفکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ شدت پسندوں کی طرف سے کی جانے والی 'جہاد' کی تعریف اسلام کو بالکل غلط انداز میں پیش کرتی ہے۔ اور اپنے اس نتیجہ میں جماعتِ احمدیہ کو بطور ثبوت کے پیش کیا ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بھی عقلِ سلیم رکھنے والا اور انصاف پسند شخص یہ نہیں سوچ سکتا کہ اسلام دہشت گردی اور شدت پسندی کی تعلیم دیتا ہے۔

لیکن یہ سوال اپنی جگہ پر قائم ہے کہ کن حالات میں اسلام نے مذہبی جنگیں لڑنے کی اجازت دی ہے۔ اس سوال کا جواب سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم اسلام کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ کریں جب کہ کفارِ مکہ نے مسلمانوں کو ہر قسم کے ظلم اور تشدد کا نشانہ بنایا۔ اس طرح کے سخت حالات کے باوجود بھی مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق پورے صبر کا نمونہ دکھایا۔ بہت سے مواقع پر مسلمانوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا وہ انتقام لے سکتے ہیں یا اپنا دفاع کر سکتے ہیں؟ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہتے کہ ہم بھی مکہ کے شہری ہیں اور ہمارا تعلق بھی ان ہی قبائل سے ہے جن سے ان ظالموں کا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے کہ اہلِ مکہ کو پتہ ہے کہ ہمارا تعلق انہی قبائل سے ہونے کی وجہ سے ہم جنگ اور لڑائی کرنا جانتے ہیں۔ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان سوالات کے جواب طلب کرتے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی جواب ہوتا کہ ہمیں صبر سے کام لینا ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ ایسا صبر کا نمونہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دکھایا پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتا۔

میرے خیال کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلہ نے آئندہ زمانہ کیلئے سنہری اصولوں کی بنیاد ڈالی جو یہ تھے کہ قطع نظر اس کے کہ آپ پر کون حاکم ہے آپ کو کسی قسم کی بغاوت کرنے کی اجازت نہیں ہے کہ جس سے ملک کا امن خراب ہو۔ دنیا کے آج کل کے حالات میں جب کہ اندرونی بغاوتیں جگہ جگہ اُبھر رہی ہیں یہ اصول یاد رکھنے کے لائق ہے۔ پس مسلمانوں نے اس وقت ظلم کو برداشت کیا اور بہتوں نے اس راہ میں اپنی جانیں قربان کیں اور صبرِ کا عظیم نمونہ پیش کیا۔ اور یہ نمونہ چند لوگوں تک محدود نہ تھا بلکہ یہ نمونہ تمام مسلمان مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں نے ظاہر کیا۔ کئی سالوں کے مظالم سہنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اور مدینہ میں مسلمانوں کی اتنی تعداد ہو گئی کہ وہاں پر مقیم مسلمانوں اور یہود کے مابین ایک معاہدہ طے پایا۔ اور اس معاہدہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکومت کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ مدینہ کے حالات کی وجہ سے یہاں پر مسلمانوں نے نسبتاً امن وآشتی کے ساتھ زندگی گزارنا اور اسلام کی تبلیغ کرنا شروع کی۔ اس وجہ سے اسلام تیزی سے پھیلنا شروع ہو گیا۔ جب مسلمانوں کی کامیابی اور ان کی پُرامن زندگی گزارنے کی خبریں کفارِ مکہ تک پہنچیں تو انہوں نے مدینہ کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ وہ موقع تھا کہ جب خدا تعالیٰ نے بالآخر مسلمانوں کو پہلی بار اپنا دفاع کرنے کی اجازت دی۔ اس اجازت کے متعلق قرآنِ کریم میں آتا ہے کہ:

''جنگ کرنے کی اجازت ان لوگوں کو دی گئی جن پر ظلم کیا گیا اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ اور ان لوگوں کو جن کو ناحق گھروں سے نکالا گیا صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا اللہ ہمارا ربّ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کا دفاع اُن میں سے بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیئے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔'' (سورۃ الحج، آیات نمبر 40-41)

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں، اگر ان کے مطالب کا عملی طور پر احاطہ کریں تو وہ حالات جن سے مسلمان گزرے ہیں واضح ہو جاتے ہیں۔ کفارِ مکہ نے مسلمانوں کا پیچھا کرنے میں تمام حدیں عبور کر ڈالیں تب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اب یہ وقت ہے جب ان کے ظلم کو روکا جائے۔ اور ایسا نہ کرنے سے نہ صرف اسلام کو خطرہ تھا بلکہ اس سے کوئی بھی راہب خانہ، کلیسا اور گرجا محفوظ نہ رہتا۔ جب ہم اسلام کی اس خوبصورت تعلیم کو دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جنگ کی اجازت نہ صرف اسلام کی حفاظت کے لئے دی گئی تھی بلکہ یہ تمام مذاہب اور ان کی عبادتگاہوں کی حفاظت کا ذریعہ بھی تھی۔ اس لئے جب ہم مسجد کا نام لیتے ہیں تو اس کے ساتھ ہر عبادتگاہ کا تقدس اور احترام ذہن میں آتا ہے خواہ ان عبادتگاہوں کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔

ایک اور اعتراض جو اسلام پر ناحق کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس چونکہ طاقت آ گئی تھی اس لئے انہوں نے خود سے جنگوں کا آغاز کیا۔ حالانکہ یہ بات ہرگز درست نہیں اور اس وقت کے حقائق کے برعکس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے مدینہ پر حملہ کیا۔ لہٰذا کسی بھی صورت مسلمان پہل کرنے والے نہ تھے۔ جہاں تک ظاہری طاقت کا سوال ہے تو مکہ کی فوج ہمیشہ جتھہ اور سامانِ حرب کے اعتبار سے بہتر رہی ہے۔

وزیرِ دفاع جو یہاں تشریف فرما ہیں ان کو ان چیزوں کا بخوبی علم ہوگا۔ کفار کے پاس موجود وسیع ہتھیاروں کے ذخیرہ کے مقابل پر مسلمانوں کے پاس صرف تین تلواریں اور چند گھوڑے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے زمانہ پر تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے دفاعی جنگ کے حالات پیدا ہونے پر کس قدر سخت اصول اپنائے۔ مثلاً سختی کے ساتھ یہ ہدایت تھی کہ کسی عبادتگاہ، پادری یا مذہبی رہنما، عورت، بچے اور بوڑھے کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا۔ ان کو سختی کے ساتھ حکم تھا کہ وہ شخص جو جنگ میں حصہ نہیں لے رہا اس کو نقصان نہیں پہنچانا اور نہ ہی کسی کو زبردستی اسلام قبول کروانا ہے۔ مزید برآں انہوں نے نہ صرف عمارتوں اور لوگوں کی حفاظت کی بلکہ ماحول کی بھی حفاظت کی جیسا کہ ان کو

حکم تھا کہ کسی درخت کو کاٹا یا نقصان نہ پہنچایا جائے خواہ وہ پھلدار ہو یا عام درخت۔

اس اعتراض کے جواب میں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے ایک عیسائی تاریخ دان نے لکھا ہے کہ اگر مسلمانوں کو زبردستی ظلم کا نشانہ بناتے ہوئے اسلام میں داخل کیا گیا ہے تو پہلا موقع ملتے ہی وہ اپنا مذہب چھوڑ دیتے اور کسی قسم کی وفا کا نمونہ نہ دکھاتے۔ جبکہ اس کے برعکس ابتدائی مسلمان ایمان کی خاطر ہمیشہ ہر چیز قربان کرنے کیلئے تیار رہتے تھے۔ اس لئے اسلام میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقی انقلاب تھا جو لوگوں کے دلوں میں برپا ہوا۔ اب وقت کی کمی کے باعث مَیں اس کو تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کرسکتا لیکن مجھے یقین ہے کہ ان آیاتِ قرآنیہ سے جن کا میں نے حوالہ دیا ہے واضح ہو گیا ہوگا کہ اسلام ہر مذہب کی عبادتگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ اس لئے کوئی مسلمان جب مسجد میں خدا کی عبادت کیلئے داخل ہوتا ہے تو کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا یا اس پر ظلم کرنا اس کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتا۔

میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ ایک انسان کو بغیر کسی جائز وجہ کے قتل کرنا تمام انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ اسلام کسی بھی طور قتل و غارت کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی طرح، کسی ایک فرد سے ناانصافی اور ظلم کا برتاؤ کرنا پوری انسانیت سے ناانصافی اور ظلم کے برتاؤ کرنے جیسا ہے۔ اسلام کسی طرح بھی ظلم اور انتقام کی اجازت نہیں دیتا، حتیٰ کہ ان لوگوں کے ساتھ بھی نہیں جو آپ پر ظلم کر چکے ہوں۔ درحقیقت قرآنِ کریم ہمیں اپنے دشمنوں سے بھی انصاف اور حسنِ سلوک کا سبق دیتا ہے۔ اس ضمن میں قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ: ’’اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔‘‘

(سورۃ مائدہ آیت 9)

اِس حسین تعلیم کے ہوتے ہوئے کوئی کیسے الزام لگا سکتا ہے کہ اسلامی تعلیم لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے روکتی اور دہشتگردی کی تعلیم دیتی ہے۔ ابھی تک یورپ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو فکرمند ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اپنے مراکز اور مساجد بنانے کی اجازت دی گئی تو مغرب میں بھی مشرقی دنیا کی طرح بدامنی اور بے چینی پھیل جائے گی۔ لوگ تو اس قسم کے خدشات رکھتے ہیں جبکہ اسلامی تعلیم محبت اور لگاؤ کا پرچار کرتی ہے۔ اس تعلیم کا آپ سب نے اس آیتِ کریمہ میں مشاہدہ کیا ہے جس کا میں نے حوالہ دیا ہے، جہاں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ انصاف پر قائم رہیں حتیٰ کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی، اور خدا سے ڈریں اور صرف اُسی کی عبادت کریں۔ یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان صرف اللہ کی عبادت کریں، تو یہ فطرتی عمل ہے کہ جو اللہ سے محبت کرے گا وہ اللہ کی مخلوق سے بھی محبت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تمام انسانوں کے لئے بے انتہا محبت تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شدید خواہش اور تمنا تھی کہ ہر ایک فرد اپنے خالق کو پہچان لے، اسی کی عبادت کرے اور اسی سے پیار کا تعلق قائم کرے۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر خدا تعالیٰ کے حضور دعا گو رہے، اور اس خواہش کے باعث ہمیشہ غمزدہ رہتے کہ کاش تمام انسانیت اپنے خالق کو پہچان لے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تکلیف دہ کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

’’کیا تو اپنی جان کو اس لئے ہلاک کردے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔‘‘ (سورۃ شعراء آیت 4)

اس آیت کریمہ سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماحول میں لوگوں کو خدا کے مختلف شریک بناتے ہوئے اور بتوں کی پرستش کرتے ہوئے دیکھتے تو کس قدر تکلیف محسوس کرتے۔ یہ خیال کہ لوگ بالکل ہی خدا کی طرف مائل نہیں ہوتے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غمزدہ کر دیتا۔ اس آیتِ کریمہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کامل یقین تھا کہ جب بھی کوئی شخص خدا سے دور ہوتا ہے تو وہ خدا کی سزا کا بھی حقدار ٹھہرتا ہے۔ اس وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مصفّیٰ دل اس بات کا متمنی تھا کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اس پر کامل ایمان لائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جنگ وجدل کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی طرف نہیں پھیرا بلکہ یہ تبدیلی اپنی دعاؤں کے ذریعے پیدا کی۔ اور آج احمدیہ جماعت بعینہٖ اسی طریق پر عمل پیرا ہے اور یہ طریق ہماری جماعت کو اس دور میں سب سے ممتاز کرتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ جو نکات میں نے مختصراً بیان کئے ہیں وہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ حقیقی مسلمان جو صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور مسجد صرف اور صرف عبادت کی غرض سے تعمیر کرتے ہیں وہ ہرگز کسی دوسرے مذہب سے معمولی سی نفرت کا بھی سوچ نہیں سکتے۔ ہم جو احمدیہ جماعت ہیں، انسانیت سے ہمدردی اور محبت کے باعث، یقینی طور پر مجبور ہیں کہ اپنا پیغام لوگوں تک پہنچائیں تاکہ لوگ خدا کی طرف آئیں۔ اور اس عمل کی بہترین مثال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی دعا کرتے تھے کہ کل بنی نوع انسان اپنے خالق کو پہچان لے اور اُسی سے رہنمائی چاہے اور اُسی کی عبادت کرے۔

مزید ایک نقطہ جو میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ بدقسمتی سے ایسی چند مساجد بھی ہیں جنہوں نے اپنا اصل مقصد پورا نہیں کیا اور بجائے اپنے مقصد کو پورا کرنے کے یہ عمارتیں بدامنی اور ظلم کو پھیلانے کے لئے استعمال ہوتی رہی ہیں۔ ایسی مساجد کے بارے میں قرآنِ کریم بیان کرتا ہے کہ یہ ایسے لوگوں نے تعمیر کی ہیں جن کے دل خدا کے خوف سے عاری ہیں۔ قرآنِ کریم حقیقی مسلمانوں کو ایسی مساجد میں داخل ہونے سے منع کرتا ہے۔ بدقسمتی سے ایسی مساجد آج بھی موجود ہیں۔ چنانچہ اس قرآنی حکم کے تحت اور معاشرتی قوانین کے مطابق، حکومت کو اختیار ہے کہ ایسی مساجد بند کروا دے۔ تاہم یہ قدم صرف اس وقت لیا جانا چاہئے جب مکمل اور منصفانہ تحقیق ہو چکی ہو جو یہ ثابت کرتی ہو کہ فلاں مسجد کو خدا کی عبادت کی بجائے ملک کے خلاف اور اس کے باسیوں کے خلاف کسی منصوبہ بندی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہمیں دوسری انتہا پر بھی نہیں جانا چاہئے کہ ہر مسجد اور ہر مسلمان کے بارے میں چند افواہوں کی بنا پر منفی تاثر قائم کر لیا جائے۔ یقینی طور پر تمام مسلمانوں کو اس منفی رو میں یکجا کر دینا کلیۃً بے انصافی ہے۔ اس لئے میری ناروے کے لوگوں سے یہی گزارش ہے کہ وہ ہماری احمدیہ مسجد سے خوفزدہ نہ ہوں اور کسی قسم کا منفی تاثر نہ قائم کریں۔ یہ مسجد صرف اور صرف خدائے واحد کی عبادت کے لئے تعمیر کی گئی ہے۔ یہاں سے آپ لوگ ہمیشہ امن، محبت اور مفاہمت کا پیغام سنیں گے۔ اس مسجد سے رواداری، پیار اور انصاف کا علم بلند ہوگا۔ باقی اس بات کی یقین دہانی کر لیں کہ ہر احمدی جو اس مسجد میں داخل ہوگا وہ انسانیت کی سچی اور گہری محبت رکھتا ہوگا اور اس ملک و قوم کے قوانین کی بھی پابندی کرنے والا ہوگا۔ اس بات کی بھی یقین دہانی کر لیں کہ ہر احمدی جو اس مسجد میں داخل ہوگا وہ ’نفرت‘ سے ہی شدید نفرت کرنے والا ہوگا۔ اور اس بات کی بھی یقین دہانی کر لیں کہ ہر احمدی جو اس مسجد میں داخل ہو گا وہ ہر ظلم، خواہ کہیں بھی کیا جائے، اُس کے خلاف آواز اٹھانے میں صفِ اول میں ہوگا، اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ ہر قربانی کیلئے تیار ہوگا۔

اس دور میں بانی جماعت احمدیہ نے جنہیں ہم موعود مسیح (علیہ السلام) مانتے ہیں ہمیں اسلام کی حقیقی اور سچی تعلیم سے روشناس کروایا ہے۔ اسلام کی یہی سچی نمائندگی ہے جس کے باعث تمام احمدی مسلمان بانی احمدیت کے ہاتھ پر متحد ہوئے ہیں۔

یہ تمام امور سامنے رکھتے ہوئے ہمارے پاس صرف دو اہم مقاصد ہی رہ جاتے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ ہم خدا تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کریں اور دوسرا یہ کہ ہم اس کی مخلوق کے حقوق ادا کریں۔ یہ ہے اسلام کی لازوال اور پیاری تعلیم اور اگر دنیا اس کو سمجھ لے اور تسلیم کر لے تو تمام معاشرے محبت اور پیار کا گہوارہ بن جائیں گے اور ہم بربریت اور جنگ کی بجائے امن اور ہم آہنگی دیکھیں گے۔ ہمیں دوسروں کی دولت کو حسد کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہئے اور اسی طرح ہمیں دوسروں کے حقوق غصب نہیں کرنے چاہئیں۔ اس کی بجائے ہمیں انسانی قدروں کی اور باہمی محبت کی جستجو کرنی چاہئے اور انہی انسانی قدروں اور باہمی محبت کو قائم کرنا چاہئے۔

اس کے برخلاف آج کل کچھ عالمی طاقتیں نام نہاد امن قائم کرنے کے لئے جنگ وجدل میں مصروف ہیں۔ ایسی گمراہ کن پالیسیز عدمِ انصاف اور خدا پر یقین نہ ہونے کا نتیجہ ہیں۔ میری یہ شدید خواہش اور دعا ہے کہ دنیا اس اہم ترین نقطہ کو، جس پر دنیا کی بقا منحصر ہے، سمجھ جائے کہ بنی نوع انسان کو لازماً خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا ہے۔ اگر خدانخواستہ دنیا یہ تعلق قائم کرنے میں ناکام ہوگئی تو یاد رکھیں کہ دنیا اسی طرح ہلاکت کے راستہ پر تیزی سے گامزن رہے گی۔ یہ تباہی پھر کسی مسجد کی وجہ سے نہیں ہوگی بلکہ انصاف کو قائم نہ کرنے اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کے اپنے خالق کو نہ پہچاننے کے باعث ہوگی۔

آخر پر میں ایک مرتبہ پھر آپ سب معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری نظر میں آپ سب قابلِ احترام اور معزز مہمان ہیں کہ آپ نے ہماری اس تقریب میں شامل ہونے کے لئے اپنا قیمتی وقت دیا اور میں معذرت کرتا ہوں کہ میں نے کچھ زیادہ وقت لے لیا اور عشائیہ کے لئے آپ کو کچھ مزید انتظار میں رکھا۔ اب جیسا کہ ہماری روایت ہے ہم ہر تقریب کے آخر پر دعا کرتے ہیں۔ جہاں تک احمدیوں کا تعلق ہے وہ میرے ساتھ دعا میں شریک ہوں گے اور تمام معزز مہمان جس طرح بھی اپنے طریق کے مطابق دعا کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔

دعا کرلیں!‘‘

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ خطاب ساڑھے آٹھ بجے تک جاری رہا۔

خطاب کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کروائی۔

اس کے بعد تمام مہمانوں نے کھانا کھایا۔

مہمانوں کے تأثرات

آج کی اس اہم تقریب میں 120 مہمان شامل ہوئے جن میں ناروے کی وزیر دفاع Grete Faremo کے علاوہ گیارہ ممبران پارلیمنٹ، دو میئر، 20 کونسلرز اور کئی اداروں کے سربراہوں کے علاوہ وکلاء، انجینئرز، ڈاکٹرز اور مختلف مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے احباب موجود تھے۔

کھانے کے پروگرام کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ازراہ شفقت خود ہر مہمان کے پاس پہنچ کر باری باری سب مہمانوں سے ملے اور ان سے گفتگو فرمائی۔

☆ وزیر دفاع نے اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مَیں پہلی دفعہ کسی بھی مسجد میں آئی ہوں۔ مَیں یہاں آکر بہت خوش ہوں اور آج کی اس تقریب کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔

☆ ایک میئر Age Tovan نے بتایا جب آپ نے مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا تھا تو ماحول میں ایک قسم کا منفی ردّعمل تھا جو وقت کے ساتھ ساتھ زائل ہو چکا ہے اور اب ہمسائے اور علاقہ کے لوگ احمدیہ جماعت اور مسجد کے بارہ میں بہت مثبت رائے رکھتے ہیں۔

☆ ایک سابق وزیر Kiell Engebreben نے کہا کہ لوگوں کو اس ماحول میں مسجد کی نئی عمارت اور اس سے متعلق Activities کو قبول کرنا مشکل تھا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ اوسلو کے لوگوں کا اس مسجد کے افتتاح پر ردّعمل مثبت ہے۔

☆ اکثر مہمانوں نے رخصت ہوتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور کہا آج کی تقریب جس میں خلیفۃ المسیح موجود ہیں بہت اعلیٰ تقریب تھی اور ہم یہاں آکر بہت خوش ہیں۔ مسجد کی عظیم الشان تعمیر اور خوبصورتی کا ہر ایک نے ذکر کیا۔

☆ ایک ادارے کے نائب سربراہ نے جاتے ہوئے یہ تأثرات دیئے کہ آپ نے بہت عمدہ پروگرام ترتیب دیا ہے۔ حضور انور کا خطاب نہایت مفید تھا۔ آپ سب بہت ملنسار اور کھلے دل کے لوگ ہیں۔

☆ ایک نومبائع کرد خاتون بھی اس تقریب میں موجود تھیں جنہوں نے MTA کے ذریعہ بیعت کی تھی۔ حضور انور نے ازراہ شفقت ان کا حال دریافت فرمایا۔ حضور انور کو دیکھ کر اُس نے رونا شروع کر دیا جب اُس سے پوچھا کہ تم نے حضور انور کو اتنا قریب سے دیکھا ہے تمہارے تأثرات کیا ہیں۔ اس پر وہ مسلسل روتی رہی اور صرف اتنا کہا کہ مجھ میں بیان کرنے کی طاقت نہیں ہے، میرا جسم ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ صرف اتنا کہہ سکتی ہوں کہ احمدیت پر ہی زندہ رہوں گی اور احمدیت پر ہی مروں گی۔

جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مہمانوں سے مل رہے تھے تو بہت سے مہمانوں نے حضور انور کے ساتھ تصاویر بھی بنوائیں۔

بعد ازاں دس بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت النصر میں تشریف لاکر نماز مغرب وعشاء جمع کرکے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

اخباری کوریج

۞......اوسلو کے ایک اخبار Groruddalen نے آج اپنی 30 ستمبر 2011ء کی اشاعت میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تصویر کے نیچے لکھا کہ:

”احمدیہ مسلم جماعت کے روحانی سربراہ حضرت مرزا مسرور احمد Furuset میں مسجد کا افتتاح کریں گے۔“

اخبار نے ”مسجد کا افتتاح آج ہو رہا ہے“ کے عنوان کے تحت لکھا:

”کافی نشیب و فراز کے بعد آخر شمالی یورپ کی سب سے بڑی مسجد کا افتتاح آج Furuset میں ہو رہا ہے۔ یہ خوبصورت اور شاندار عمارت جو کہ موٹروے E6 پر فوروسیتھ سینٹر اور دیگر عمارات کے درمیان واقع ہے، یہ شمالی یورپ کی سب سے بڑی احمدیہ مسجد ہے۔“

اخبار نے جماعتی نمائندہ کا بیان درج کرتے ہوئے لکھا کہ مسجد کے افتتاح کے موقع پر مختلف ممالک سے کئی سولوگوں کی آمد متوقع ہے۔ اس مسجد کی تحریک میں ناروے کے احمدیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے جن کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے۔ یہ مسجد جو کہ چار ہزار مربع میٹر پر مشتمل ہے اس پر 100 ملین کرونر سے زائد اخراجات ہوئے ہیں۔ اس کے لئے ایک شخص نے اپنا گھر فروخت کر کے رقم دی ہے۔

اخبار نے مزید لکھا کہ اس فرقہ جماعت احمدیہ کی بنیاد 1889ء میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے رکھی۔ اس جماعت کے عقائد اور بنیادی تعلیمات میں امن، باہمی اتحاد اور خدا کے حضور جھکنا ہے۔

اخبار نے لکھا کہ بانی جماعت احمدیہ کی وفات کے بعد جماعت کے نظام کی قیادت خلفاء کے ذریعہ ہو رہی ہے جو باقاعدہ منتخب ہوتے ہیں۔ آج خلیفہ وقت حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ہیں اور اس وقت مسجد بیت النصر Furuset میں موجود ہیں۔ خلیفہ وقت کی یہاں ناروے میں آمد، یہاں کے احمدیوں کے لئے بہت عظیم ہے۔ خلیفہ وقت کی رہائش بیت النصر کے رہائشی حصہ میں ہے۔

مسجد میں دو کانفرنس ہال اور دس دفاتر ہیں۔ ان دفاتر میں کام کرنے والے رضا کارانہ کام کرتے ہیں۔

اخبار نے مزید لکھا کہ مسجد کے باہر پولیس کی پوسٹ قائم کی گئی ہے۔ پولیس افسروں کے پاس اسلحہ موجود ہے۔ مسجد کے احاطے میں داخل ہونے کے لئے مختلف سیکیورٹی سسٹمز سے گرنا پڑتا ہے۔ سیکیورٹی کے یہ انتظامات ایئرپورٹ کی مانند ہیں۔

Stouner Police کے چیف کا کہنا ہے کہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ حفاظتی انتظامات اس لئے ہیں کیونکہ خلیفۃ المسیح یہاں موجود ہیں۔ ان کی انٹرنیشنل سطح پر مخالفت ہے۔ یہی ہماری سیکورٹی کا پس منظر ہے اس لئے ہم نہایت توجہ دے رہے ہیں اور اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں۔

(باقی آئندہ)

پاکستان کی قومی اسمبلی 1974ء کی سربستہ کارروائی اور معاندین احمدیت کی بدحواسیاں

(ڈاکٹر مرزا سلطان احمد۔ ربوہ)

حال ہی میں محمد متین خالد صاحب کا ایک مضمون رسالہ ضیاءِ حدیث، اہلِ حدیث، ایشیا، ختمِ نبوۃ، الفاروق اور بعض دیگر رسائل میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون کا عنوان ہے ’قادیانیوں کا دیرینہ مطالبہ پورا ہوگیا مگر وہ پریشان ہوگئے...... آخر کیوں؟“۔

جیسا کہ اس مضمون کا عنوان ظاہر کرتا ہے اور اس کے پہلے صفحہ پر یہ بات وضاحت سے درج کی گئی ہے کہ 1974ء سے لے کر اب تک یہ مطالبہ احمدیوں کی طرف سے مسلسل کیا جاتا رہا ہے کہ 1974ء میں دوسری ترمیم کے وقت پاکستان کی قومی اسمبلی میں جو خفیہ (In Camera) کارروائی کی گئی تھی اور جس میں وہ حصہ بھی شامل ہے جس میں جماعت احمدیہ کے وفد جس کی سربراہی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کر رہے تھے سے سوالات کئے گئے تھے، اسے اب منظر عام پر آنا چاہئے۔ واضح رہے کہ اس کارروائی کو قومی اسمبلی نے قاعدہ بنا کر خفیہ رکھا تھا اور اس کے مندرجات نہ منظرِ عام پر لائے گئے تھے اور نہ ان کو شائع کیا گیا تھا۔

یہ امر دلچسپ ہے کہ اس مضمون کے مطابق بھی یہ دیرینہ مطالبہ ہمیشہ احمدیوں کی طرف سے کیا گیا ہے اور مخالفین جماعت نے جن میں سے بہت سے اس وقت بحیثیت ممبر قومی اسمبلی بھی تھے ایک بہت طویل عرصہ گزرنے کے باوجود یہ مطالبہ نہیں کیا کہ اس کارروائی کو شائع کیا جائے۔ بلکہ وہ اس قاعدہ بنانے میں برابر کے شریک تھے کہ یہ کارروائی خفیہ رکھی جائے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ اندر کیا بیتی تھی۔

اب یہ بڑی دلچسپ صورتِ حال ہے کہ اس کارروائی میں دو فریق تھے۔ دونوں کو دعویٰ ہے کہ ان کے دلائل زیادہ وزنی تھے۔ ایک گروہ مسلسل کہہ رہا ہے کہ اس کارروائی کو منظر عام پر آنا چاہئے اور دوسرا گروہ اس امر کا نام بھی نہیں لیتا بلکہ 1974ء میں اس قاعدہ کو بنانے میں شریک تھا کہ اس کارروائی کو خفیہ رکھنا چاہئے۔

ظاہر ہے کہ عقل تو یہی تجویز کرتی ہے کہ جو گروہ یہ کہہ رہا ہے کہ اس کو منظرِ عام پر لایا جائے وہ اس بارے میں پُر اعتماد ہے کہ ان کے دلائل جاندار اور وزنی تھے اور جس گروہ کی طرف سے برعکس رویہ دکھایا جا رہا ہے اسے اپنی کارکردگی پر خود بھی اعتماد نہیں ہے۔

جب یہ کارروائی منظر عام پر آئے گی تو اس کے بعد تو ہر شخص اور ہر گروہ اپنی اپنی سوچ کے مطابق اس کے بارے میں رائے قائم کرے گا یا دلائل دے گا لیکن جو منظر اس وقت سامنے ہے اور جس کا اقرار مضمون نگار صاحب نے بھی کیا ہے اس سے تو عقل یہی نتیجہ نکال سکتی ہے۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ ایک طرف متین خالد صاحب لکھ رہے ہیں کہ جلد یہ کارروائی شائع ہو کر منظر عام پر آنے والی ہے اور پھر یہ خلافِ واقعہ دعویٰ پیش کر رہے ہیں کہ اس خبر سے قادیانیوں میں صفِ ماتم بچھ گئی ہے۔ یہ صفِ ماتم متین خالد صاحب کو اپنے گردونواح میں بچھی ہوئی نظر آئی ہوگی ورنہ وہ خود اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ احمدیوں کی طرف سے تو ہمیشہ یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ اس کارروائی کو منظرِ عام پر لانا چاہئے۔

۞......اب جب کہ یہ کارروائی شائع ہو رہی ہے تو متین خالد صاحب کو کس گھبراہٹ نے مجبور کیا کہ عجلت میں یہ مضمون لکھ کر اپنی خالی اور فرضی فتح کا اعلان کریں۔

اس بدحواسی میں ان سے کئی ایسی لغزشیں سرزد ہوگئی ہیں جو ان کی بیچارگی کو عیاں کر رہی ہیں۔ مثلاً وہ اسمبلی میں اس کارروائی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”نہ صرف تمام ارکان نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا بلکہ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر کی ٹیم میں شامل ایک معروف قادیانی مرزا سلیم اختر چند ہفتوں بعد قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہوگیا، حالانکہ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر مکمل تیاری سے بڑی خوشی سے قومی اسمبلی گیا۔“

پڑھنے والے واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں کہ متین خالد صاحب اس غلط بیانی کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا جو وفد قومی اسمبلی میں بطور گواہ گیا تھا اُس کے ایک ممبر سلیم اختر تھے جو کہ فریق ثانی کے دلائل قاطعہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے احمدیت کو ہی چھوڑ دیا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وفد میں اس نام کا کوئی ممبر موجود ہی نہیں تھا۔ یہ حقیقت معروف ہے اور جب یہ کارروائی سب کے سامنے آئے گی تو سب اس میں بھی پڑھ لیں گے کہ اس وفد کی قیادت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرما رہے تھے اور دیگر اراکین کے نام یہ تھے۔

1۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب۔
2۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر۔
3۔ محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری۔
4۔ محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب۔

قابل غور بات ہے کہ وہ کیا پریشانی ہے جو مضمون نگار کو اس قسم کی غلط بیانیوں پر آمادہ کر رہی ہے؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اب ان کو یہ دھڑکا لگا ہوا ہے کہ یہ کارروائی منظر عام پر آگئی تو سب حقائق سامنے آ جائیں گے۔ اور یہ تمہید اس لئے باندھی جا رہی ہے کہ وہ فتح کے جتنے اعلانات کرنا چاہتے ہیں اس کے منظر عام پر آنے سے قبل ہی کر لیں تا کہ بجائے اس کے کہ لوگ اس کارروائی کو پڑھ کر حقائق جانیں، وہ محض ان مضامین کو پڑھ کر وہی سمجھتے رہیں جو کہ متین خالد صاحب انہیں باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۞......اس کے بعد وہ ایسی بات لکھ گئے ہیں کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس موضوع کے بارے میں وہ لکھ رہے ہیں اس کے بارے میں بنیادی علم تک نہیں رکھتے۔ وہ ہر قیمت پر احمدیوں کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتے ہیں اور کوشش یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے اصل کارروائی کے مندرجات کی طرف رخ نہ کرنا پڑے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنی طرف سے ایک عجیب دلیل پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”قادیانی قیادت نے قومی اسمبلی کے تمام اراکین میں 180 صفحات پر مشتمل کتاب محضر نامہ تقسیم کی جس میں اپنے عقائد کی بھرپور ترجمانی کی۔ اس کتاب کے آخری صفحہ پر ’دعا‘ کے عنوان سے لکھا ہے ”دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے معزز ارکان اسمبلی کو ایسا نورِ فراست عطا فرمائے کہ وہ حق و صداقت پر مبنی ان فیصلوں تک پہنچ جائیں جو قرآن و سنت کے تقاضوں کے عین مطابق ہوں۔“ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر قادیانیوں کی دعا قبول ہوئی تو وہ قومی اسمبلی کا یہ فیصلہ قبول کیوں نہیں کرتے؟ اور اگر دعا قبول نہیں ہوئی تو وہ جھوٹے ہیں۔“

اس حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ متین خالد صاحب کا خیال ہے کہ جو بھی دعا کی جائے اللہ تعالیٰ کے لئے نعوذُ باللہ ضروری ہے کہ اسے من و عن قبول کرے اور اگر دعا بظاہر قبول نہ ہو تو یہ دعا کرنے والے کے جھوٹا ہونے کی نشانی ہے۔ موصوف نے یہ نظریات نہ جانے کہاں سے اخذ کئے ہیں؟ قرآن کریم میں جو دعا کی فلاسفی بیان کی گئی ہے وہ ان نظریات کی تائید بہرحال نہیں کرتی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک امر کے لئے دعا کی جا رہی ہوتی ہے لیکن انسان کا علم محدود ہے وہ نہیں جانتا کہ اس کا قبول ہونا اس کے لئے اچھا ہے یا نہیں۔ خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے وہ جانتا ہے کہ کیا چیز بہتر ہے اور کیا نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس دعا کو اس رنگ میں منظور نہیں فرماتا بلکہ کسی اور رنگ میں اپنے بندے پر فضل کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایسا بھی ہوتا ہے کہ مانگنے والا بڑے اخلاص سے کسی شخص یا گروہ کے لئے ایک دعا مانگ رہا ہوتا ہے لیکن جس کے لئے دعا مانگی جا رہی ہو اس کا باطن اور اس کے اعمال اس قابل نہیں ہوتے کہ اس کے حق میں وہ دعا قبول ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جو دلوں کے بھید جانتا ہے اس کے حق میں وہ دعا قبول نہیں کرتا۔ لیکن دعا مانگنے والے کو جس رنگ میں وہ چاہے اپنے کرم سے نوازتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے پاک کلام سے اس بارے میں کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں۔ سورۃ مریم میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کے والد نے کہا کہ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا تو اس کے جواب میں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: ”اس نے کہا کہ تجھ پر سلام۔ مَیں ضرور اپنے ربّ سے تیرے لئے مغفرت طلب کروں گا۔ یقیناً وہ مجھ پر بہت مہربان ہے“۔ (مریم:18)

لیکن کیا یہ مغفرت کی دعا اسی رنگ میں قبول ہو گئی۔ قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ جیسا کہ سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اور ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کے لئے محض اس وعدے کی وجہ سے تھا جو اس نے اس سے کیا تھا۔ پس جب اس پر یہ بات خوب روشن ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گیا۔ یقیناً ابراہیم بہت نرم دل (اور) بردبار تھا۔“ (توبہ:114)

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرستادوں نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ اطلاع دی کہ قومِ لوط پر عذاب اب مقدر ہو چکا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی معافی کے لئے درخواست گزار ہوئے۔ لیکن کیا یہ درخواست اسی رنگ میں قبول ہوئی۔ قرآنِ کریم بیان کرتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا۔

”اے ابراہیم اس (بات) سے کنارہ کر لے۔ یقیناً تیرے رب کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے اور یقیناً ان پر ایک نہ ٹالے جانے والا عذاب آئے گا“۔ (ہود:77)

یہ دعا کرنے والا وجود اللہ تعالیٰ کا ایک پیارا پیغمبر تھا۔ بڑے اخلاص سے دعا کی گئی تھی۔ لیکن جن کے حق میں دعا کی گئی تھی ان کے اعمال اس قابل نہیں تھے کہ وہ اس دعا کے ثمرات سے فائدہ اُٹھانے کے اہل ہوتے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ نسل انسانیت کے شروع سے لے کر آخر تک سب سے زیادہ دعائیں آنحضرت ﷺ کی قبول ہوتی تھیں۔ ان کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ منافقین کے بارے میں فرماتا ہے۔

"تو ان کے لئے مغفرت طلب کر یا ان کے لئے مغفرت نہ طلب کر۔ اگر تو ان کیلئے ستر مرتبہ بھی مغفرت مانگے تب بھی اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ بدکردار لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (توبہ:80)

یہ آیت کریمہ ظاہر کرتی ہے کہ اگر منافقت اور فسق ایک حد سے زیادہ گزر جائے اور اس گروہ یا شخص کے نصیب میں ہدایت نہ ہو تو اگر ایسے شخص یا گروہ کے بارے میں بہت درد دل سے دعائیں مانگی جائیں تو وہ بھی قبول نہیں ہوتیں۔

اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات جس مقصد کے لئے دعا کی جاتی ہے وہ تو بظاہر پورا نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اس رنگ میں فضل کرتا ہے کہ دعا کرنے والے کی کوئی برائی دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ کوئی ایسا نہیں کہ اللہ سے کوئی چیز مانگے مگر اللہ یا اسے وہی چیز دیتا ہے یا اس کی اس کے برابر کوئی برائی دور کر دیتا ہے۔ جب تک کہ گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کی جائے۔"

(جامع ترمذی ۔ ابواب الدعوات ۔ باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ)

جب مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں متین خالد صاحب کے استدلال کو دیکھتے ہیں تو ان پر حیرت تو ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ان جرائد پر بھی حیرت ہوتی ہے جو یہ رطب و یابس شائع کر رہے ہیں۔ اب تک یہ مضمون اہلحدیث، ضیاء اہلحدیث، الفاروق، ختم نبوت اور ایشیا میں شائع ہو چکا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کو شائع کرنے سے قبل کسی نے اس کو پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔

✿......دلائل کی کمی ہمیشہ تشدد پر اکسانے کا باعث بنتی ہے۔ اس مضمون میں بھی دلائل کی کمی کا مرض اسی نتیجہ پر منتج ہوا ہے۔ اور اس مضمون میں بھی جناب یحییٰ بختیار صاحب کے ایک انٹرویو کے حوالے سے یہ لکھا گیا ہے کہ اگر یہ کارروائی منظر عام پر آگئی تو لوگ احمدیوں کو ماریں گے۔ اور پھر اس مضمون کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ چونکہ سب مسلمان رسول کریم ﷺ سے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت کرتے ہیں اس لئے وہ بانی سلسلہ احمدیہ کے لکھے ہوئے دل آزار مواد پر اپنے آپ پر قابو نہیں کر سکیں گے۔ یہ تو درست ہے کہ سب مسلمانوں کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آنحضرت ﷺ سے محبت ہونی چاہئے لیکن یہ بات ناقابل فہم ہے کہ متین خالد صاحب کس دل آزار مواد کا ذکر کر رہے ہیں۔ مناسب ہو گا کہ اس مرحلہ پر ان تحریروں کے کچھ نمونے درج کر دیئے جائیں جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں لکھے تھے۔ اور یہ حوالے قومی اسمبلی کی سپیشل کمیٹی کے روبرو بھی پڑھے گئے تھے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"سورۃ آل عمران جزو تیسری میں مفصل یہ بیان ہے کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تم پر واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالیت شان ختم الرسل پر جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ اور ان کی اس عظمت اور جلالیت کی اشاعت کرنے میں بدل و جان مدد کرو۔ اسی وجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر تا حضرت مسیح کلمۃ اللہ جس قدر نبی و رسول گزرے ہیں وہ سب کے سب عظمت و جلالیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتے آئے ہیں۔"

(سرمہ چشم آریہ حاشیہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 279,280)

پھر آپ براہین احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"ایک کامل انسان اور سید الرسل کہ جس سا کوئی پیدا نہ ہوا اور نہ ہو گا، دنیا کی ہدایت کے لئے آیا اور دنیا کے لئے اس روشن کتاب کو لایا جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی۔"

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 419)

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں:

'وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا......وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔"

(اتمام الحجۃ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ:308)

پھر آپ تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"دنیا میں معصوم کامل صرف محمد مصطفیٰ ﷺ ظاہر ہوا ہے۔" (تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 324)

اب ذرا ملاحظہ کریں۔ آنحضرت ﷺ کی بلند و بالا شان کے بارے میں یہ حوالے تھے جو کہ محضر نامہ میں بھی شامل تھے اور اس کارروائی کے آغاز میں بھی پڑھے گئے تھے۔ کس انداز سے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا بلند مقام بیان کیا گیا ہے۔ ہم سمجھ نہیں سکے کہ آنحضرت ﷺ کی شان میں ان تحریرات کو پڑھ کر متین خالد صاحب کیوں مشتعل ہو گئے ہیں اور ان کا یہ خیال کیوں ہے کہ سب مسلمان ان کو پڑھ کر مشتعل ہو جائیں گے۔ جماعت احمدیہ تو وہ گروہ ہے جس نے ہر ظلم اور ہر زیادتی کے بعد دنیا بھر میں یہ آواز بلند کی ہے

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی خدا کے عشق کے بعد میں محمد ﷺ کے عشق میں مخمور ہوں۔ اگر یہ کفر ہے تو بخدا میں سخت کافر ہوں۔

✿......اس کے بعد ہم متین خالد صاحب کی ایک اور صریحاً غلط بیانی کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ احمدی قومی اسمبلی میں گئے ہی اس لئے تھے کہ قومی اسمبلی جو بھی فیصلہ کرے گی ہمیں قبول ہو گا۔ یہ ایک سفید جھوٹ ہے۔ جماعت احمدیہ کا وہ تحریری موقف جو محضر نامہ کی صورت میں پیش کیا گیا تھا اور جو موقف وہاں پر سوال و جواب کے دوران پیش کیا گیا تھا وہ بالکل اس سے الٹ تھا۔ اور جماعت کا محضر نامہ تو عرصہ قبل شائع بھی ہو چکا ہے اور انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے۔ کوئی بھی اسے پڑھ کر حقائق کو پرکھ سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے کوئی نیا موقف پیش نہیں کیا گیا تھا۔ یہ وہی موقف تھا جو قائداعظم محمد علی جناح نے 11 / اگست 1947ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے ان الفاظ میں بیان فرمایا تھا۔

You may belong to any religion cast or creed, that has nothing to do with business of state.

جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ موقف پیش کیا گیا تھا کہ پہلا سوال یہ اُٹھتا ہے کہ کیا دنیا کی کوئی بھی اسمبلی فی ذاتہ اس بات کی مجاز ہو بھی سکتی ہے کہ وہ مذہبی امور میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ کسی جماعت یا فرقہ یا فرد کا مذہب کیا ہے۔ اور پھر جماعت احمدیہ کا یہ موقف بیان کیا گیا تھا کہ دنیا کے ہر فرد کا یہ حق ہے کہ وہ جس مذہب سے چاہے منسوب ہو اور دنیا کا کوئی ادارہ اسے اس کے اس حق سے محروم نہیں کر سکتا اور دنیا کی کسی اسمبلی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس قسم کا فیصلہ کرے۔ اور یہ انتباہ بھی کیا گیا تھا کہ ایسا کرنا بہت سی خرابیوں اور فسادوں کو دعوت دینے کا پیش خیمہ بنے گا۔ (ملاحظہ ہو محضر نامہ صفحہ 3 تا 10)

کیا جماعت احمدیہ کی طرف سے جن خدشات کا اظہار کیا گیا تھا وہ صحیح تھے یا غلط؟ شاید موجودہ حالات میں اس سوال کا جواب دینا زیادہ مشکل نہیں ہے۔

✿......ایک اور بات جو اس مضمون میں بہت زور دے کر لکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جمہوریت میں تو اکثریت کا فیصلہ چلتا ہے۔ اور 1974ء کا فیصلہ تو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر کیا تھا۔ نہ معلوم متین خالد صاحب نے تاریخ مذاہب کا علم کہاں سے حاصل کیا تھا؟ اگر یہی کلیہ تسلیم کیا جائے کہ کسی قوم کی اکثریت کو یہ حق حاصل ہے کہ مذہبی معاملات میں اپنی مرضی کے فیصلے ٹھونسے تو تمام انبیاء پر یہ اعتراض آئے گا کہ انہوں نے اپنے دور کی اکثریت کا فیصلہ کیوں قبول نہیں کیا۔ کیونکہ کم از کم آغاز میں تمام انبیاء کے متبعین اقلیت میں ہی تھے اور ان کے مخالفین اکثریت کے دعوے کر رہے تھے۔

قرآن کریم میں کئی انبیاء کے واقعات محفوظ ہیں۔ کسی ایک نے اپنے برحق ہونے کی دلیل کے طور پر اس بات کو نہیں پیش کیا کہ وہ اکثریت رکھتے ہیں اور نہ ہی مخالف کے باطل ہونے کی دلیل کے طور پر اس بات کو پیش کیا کہ وہ عددی لحاظ سے اقلیت میں ہیں۔ البتہ سورۃ الشعراء میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہ دلیل فرعون نے استعمال کی تھی۔ جیسا کہ اس سورۃ میں لکھا ہے۔

"پس فرعون نے مختلف شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیجے۔ (یہ اعلان کرتے ہوئے) یقیناً یہ لوگ ایک کم تعداد حقیر جماعت ہیں۔ اور اس کے باوجود یہ ضرور ہمیں طیش دلا کر رہتے ہیں۔" (الشعراء:54 تا 56)

✿......اس کے علاوہ مضمون نگار نے ایک عجیب بات اپنے مضمون میں لکھ دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"قادیانی کہتے ہیں کہ اس وقت اراکین اسمبلی کی اکثریت زانی اور شرابی تھی انہیں کوئی حق حاصل نہیں تھا کہ وہ ایسا فیصلہ کرتے۔"

اس وقت کے بہت سے اراکین اسمبلی پر اس قسم کے الزامات لگتے تو تھے لیکن متین خالد صاحب حقائق کو خلط ملط کر گئے ہیں۔ یہ الزامات احمدیوں کی طرف سے نہیں لگائے گئے تھے کیونکہ جماعت احمدیہ کا موقف اللہ تعالیٰ کے فضل سے اصولوں پر قائم ہوتا ہے اور یہ موقف ہم درج کر چکے ہیں۔ جماعت احمدیہ کو اپنے موقف میں وزن پیدا کرنے کے لئے دوسروں کی ذاتی زندگیوں کے سکینڈل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھٹو صاحب کی حکومت نے انتخابات کرانے کا اعلان کیا تو ان کے متعلق اور ان کے رفقاءِ کار کے بارے میں ان کی بہت سی مخالف جماعتوں نے اس طرح کا منفی پروپیگنڈا کیا تھا۔ اور ان جماعتوں میں وہ جماعتیں سب سے زیادہ پیش پیش تھیں جو جماعت احمدیہ کی مخالفت کرنے کا ایک طویل ماضی رکھتی تھیں۔ اور پھر جب ملک میں مارشل لاء لگا کر بھٹو صاحب کو اقتدار سے محروم کر دیا تو جنرل ضیاء صاحب کی حکومت نے کچھ قرطاس ابیض شائع کر کے اس قسم کے الزامات کو شہرت دی تھی۔ اور ضیاء صاحب جماعت احمدیہ کی مخالفت میں جو شہرت رکھتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اور ان کی پشت پناہی وہ سیاسی جماعتیں کر رہی تھیں جو ہمیشہ جماعت احمدیہ کی مخالفت میں پیش پیش رہی ہیں۔ اور اس صف میں وہ سیاسی جماعت بھی شامل تھی جس کے جریدہ 'ایشیا' میں متین خالد صاحب نے اپنا یہ مضمون شائع کرایا ہے۔ اس وقت کی حکومت نے 1978ء میں چار جلدوں میں قرطاس ابیض شائع کیا تھا جس میں بھٹو صاحب اور ان کے رفقاءِ کار پر ہر قسم کے الزامات لگائے تھے۔ اور اس وقت ہائی کورٹ نے فیصلہ کرتے ہوئے بھٹو صاحب کے بارے میں 'صرف نام کا مسلمان' کے الفاظ استعمال کیے تھے۔ جس کے جواب میں بھٹو صاحب نے سپریم کورٹ میں ایک بہت مؤثر تقریر کی تھی۔ اور پھر سپریم کورٹ نے جو سزا سنائی تھی اور اس پر آج تک بحث ہو رہی ہے۔ اور جواب میں بھٹو صاحب نے اپنی کتاب If I am assasinated کے صفحہ 172 پر یہ الزام لگایا تھا کہ ان کی ایک مخالف مذہبی جماعت کے قائد نے پاکستان کے مخالف ممالک سے رشوتیں لے کر ان کے خلاف تحریک چلائی ہے۔ یہ سب کچھ تو ہوا تھا۔ ان واقعات کی تفاصیل میں الجھنا مقصود نہیں۔ مگر ہم یہ سمجھ نہیں پائے کہ ان باتوں کا جماعت احمدیہ سے کیا تعلق ہے؟ ان کے بارے میں تو ان سے دریافت کرنا چاہئے جو الزام لگا رہے تھے۔

✿......اس مضمون میں مضمون نگار نے یہ بات بہت زور دے کر بار بار لکھی ہے کہ یہ فیصلہ جمہوری پارلیمنٹ نے کیا تھا بلکہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر ہوا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ کسی ملک کی اکثریت کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ مذہبی معاملات میں اپنے نظریات کسی گروہ پر مسلط کرے۔ یا ان معاملات میں دخل اندازی کرے جن کا تعلق مذہبی عقائد

سے یا ضمیر سے ہو۔صرف یہ دلیل کہ یہ فیصلہ اکثریت نے کیا ہے یا متفقہ طور پر کیا گیا ہے ایسے فیصلوں کو جائز ثابت نہیں کرتا۔

فرانس کی مثال لے لیں۔جولائی 2010ء میں فرانس کی پارلیمنٹ کے ایوانِ زیریں نے حجاب یا نقاب پر پابندی لگانے کی قرارداد منظور کی اور پھر سینٹ نے ستمبر 2010ء میں اس پابندی کی قرارداد کو ایک ووٹ کے مقابل پر 246 ووٹوں سے منظور کیا۔اور اس سال سے یہ قانون قابل عمل ہوگیا ہے۔یہ فیصلہ جمہوری اداروں نے کیا۔ بھاری اکثریت سے کیا۔لیکن کیا متین خالد صاحب اس فیصلہ کی تائید کریں گے؟اور مزید یہ کہ 2008ء میں یوروپی ہیومن رائٹس کورٹ نے دو مسلمان عورتوں کی اپیل مسترد کرتے ہوئے،فرانس میں اُس وقت تک جو اقدامات اُٹھائے گئے تھے ان پر مہر تصدیق ثبت کردی تھی۔لیکن یہ فیصلہ درست نہیں کہلا سکتا۔فرانس کی پارلیمنٹ کو اور یوروپی یونین کی انسانی حقوق کی عدالت کو اس بات کا حق حاصل نہیں کہ وہ مسلمان عورتوں کی مذہبی آزادی میں دخل اندازی کرے۔

اسی طرح بیلجیئم کی پارلیمنٹ نے اپریل 2010ء میں ایک کے مقابل پر 149 ووٹوں سے یہ قانون منظور کیا کہ پبلک مقامات پر چہرہ ڈھانکنے پر پابندی ہونی چاہئے۔اس قانون کے لاگو ہونے کے ساتھ اب وہاں پر مسلمان عورتیں اگر چاہیں بھی تو پردہ نہیں کرسکتیں۔ یہ فیصلہ بھی بھاری اکثریت سے کیا گیا اور جمہوری ادارے نے کیا۔مگر کیا متین خالد صاحب اس فیصلہ کی تائید کریں گے؟یقیناً بیلجیئم کی اکثریت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ وہاں کی مسلمان اقلیت کی مذہبی آزادی میں اس طرح دخل اندازی کرے۔

اسی طرح نومبر 2009ء میں سوئٹزر لینڈ میں ایک ریفرنڈم کے ذریعہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ اب مسلمان اپنی مساجد کے ساتھ مینارے تعمیر نہیں کرسکیں گے۔ یہ فیصلہ جمہوری انداز میں کیا گیا لیکن درست بہرحال نہیں کہلا سکتا۔ اکثریت کا یہ کام نہیں کہ وہ یہ فیصلہ کرتی پھرے کہ ان کے ملک میں کسی اقلیت کی عبادت گاہ کے ساتھ مینارے ہونے چاہئیں کہ نہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ مذہبی معاملات میں کسی فیصلہ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل کوئی وقعت نہیں رکھتی کہ یہ فیصلہ اکثریت نے کیا ہے۔اگر یہ کلیہ تسلیم کرلیا جائے اور اس بنیاد پر مذہبی آزادی کے معاملات پر دخل اندازی شروع ہوجائے تو دنیا میں نہ ختم ہونے فسادوں کا راستہ کھل جائے۔

یورپ میں نام نہاد آزادی اور جمہوری فیصلوں کے نام پر جو فیصلے کئے جارہے ہیں وہ ایک خطرناک رجحان کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ یہ رجحان نہ مذہبی آزادی اور مذہبی ہم آہنگی کے لئے بہتر ہے اور نہ خود یورپ کے مفادات میں ہے۔ جب 1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے اس خطرناک سمت میں قدم اُٹھانے کا فیصلہ کیا تھا تو اسی وقت جماعتِ احمدیہ نے اپنے محضر نامہ میں یہ انتباہ کردیا تھا کہ یہ رجحان پاکستان اور دوسرے ممالک میں ان گنت خرابیوں اور فسادوں کی راہ کھولنے کا موجب بن جائے گا۔(محضرنامہ صفحہ:5)

اور یہ اصولی موقف بیان کیا تھا کہ ’’اگر کسی اسمبلی کی اکثریت کو محض اس بناء پر کسی فرقہ یا جماعت کے مذہب کا فیصلہ کرنے کا مجاز قرار دیا جائے کہ وہ ملک کی اکثریت کی نمائندہ ہے تو یہ موقف بھی نہ عقلاً قابل قبول ہے نہ فطرتاً نہ مذہباً ...... اس قسم کے امور خود جمہوری اصولوں کے مطابق ہی دنیا بھر میں جمہوریت کے دائرہ اختیار سے باہر قرار دیئے جاتے ہیں۔‘‘(محضرنامہ صفحہ:6)

✡✡✡✡✡✡

خدا کا ظاہر جلال ہوگا ۔۔۔ تو جینا اُس دن محال ہوگا
زمیں بھی ایسی زمیں نہ ہوگی ۔۔۔ پَشَم کی مانند جبال ہوگا
جو ہم پہ قدغَن لگا رہے ہو ۔۔۔ تمہی پہ اس کا وبال ہوگا
لہو ہمارا بہانے والو ۔۔۔ تمہیں کبھی تو ملال ہوگا
ہماری گلیوں میں آکے دیکھو ۔۔۔ اذان دیتا بلالؓ ہوگا
اندھیری راتوں میں پابجولاں ۔۔۔ دکھی سا چہرہ نڈھال ہوگا
دعائیں کر لو دعاؤں ہی سے ۔۔۔ اسی کا اِک دن زوال ہوگا
تمہارے ملنے کی اس خوشی میں ۔۔۔ عجیب دل کا بھی حال ہوگا
فلک پہ تاروں کے جھرمٹوں میں ۔۔۔ اسی کا حسن و جمال ہوگا

(سید محمود احمد شاہ)

بقیہ: جلسہ سالانہ تنزانیہ از صفحہ نمبر 16

تنزانیہ نے "حضرت شیخ امری عبیدی کالوٹا صاحب مرحوم کی حیات زندگی‘‘ کے عنوان سے تقریر کی۔اس کے بعد مکرم آصف محمود بٹ صاحب نے ’’جلسہ سالانہ لندن 2011ء‘‘ کے موضوع پر تقریر کی۔ بعد ازں خدام الاحمدیہ نے ترانہ پیش کیا۔اس کے بعد مکرم عیدی موانگا صاحب نے پاکستان میں احمدی بھائیوں کے حالات زندگی پر اظہار خیال کیا۔موصوف گزشتہ سال سانحہ لاہور کے بعد تنزانیہ جماعت کی طرف سے تعزیت کے لئے پاکستان تشریف لے گئے تھے۔آپ نے جب اپنی تقریر میں شہادت کے واقعات بیان کئے تو ہر آنکھ اشکبار تھی۔

اگلی تقریر معلم حسن مروپے صاحب نے کی آپ کی تقریر کا عنوان تھا ’’حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں سچے احمدی کی علامات‘‘۔آج کے اس سیشن کی آخری تقریر مکرم شیخ بکری عبیدی صاحب مبلغ سلسلہ کی تھی۔ آپ نے اپنی تقریر میں موجودہ دور میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ذات بابرکات پر لگائے جانے والے الزامات واعتراضات کا بڑی خوبصورتی سے جواب دیا۔

اختتامی اجلاس کی کارروائی

ٹھیک 3:00 بجے جلسہ کے تیسرے دن کے آخری اجلاس کی کارروائی کا آغاز زیر صدارت محترم امیر صاحب تنزانیہ تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔نظم کے بعد تقریب تقسیم انعامات عمل میں آئی۔آج کی اس تقریب کے مہمان خصوصی مسٹر Gerogory George Teu صاحب تھے جو Deputy Minister of Finance کے عہدے پر فائز ہیں۔محترم مہمان خصوصی نے تعلیمی میدان میں اعلیٰ پوزیشنز لینے والے احمدی طلباء میں انعامات تقسیم کئے اور حاضرین سے خطاب فرمایا۔

آپ نے اپنی تقریر میں کہا کہ آج جب ہم تنزانیہ کی آزادی کے پچاس سال منا رہے ہیں تو اس سلسلہ میں تمام دینی اور مذہبی جماعتوں کا کام ہے کہ وہ ملک کی ترقی میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے لوگوں میں شعور بیدار کریں تاکہ وہ ملک کی ترقی کے لئے کمر ہمت کس لیں اور یہ کام جماعت احمدیہ بخوبی انجام دے رہی ہے۔ جماعت کی طب ،علم اور خدمت انسانیت کے میدان میں خدمات سب کے لئے واضح ہیں بلکہ میں خود اس بات کا گواہ ہوں۔ جماعت احمدیہ نے میرے علاقے کے لوگوں کو صاف پینے کے پانی کی فراہمی میں جو کردار ادا کیا ہے اور ان کی مدد کی ہے اس پر میں خود اور میرے علاقہ کے تمام لوگ جماعت احمدیہ تنزانیہ اور ان تمام لوگوں کے ممنون ہیں جنہوں نے کسی بھی طرح اس کار خیر میں حصہ لیا ہے۔جس طرح پانی کی فراہمی کا کام ہر قسم کے مذہبی و قومی اور نسلی فرق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کیا گیا ہے وہ آپ کے اس قول کے سچا ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ’’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘‘۔

اس کے بعد خواجہ مظفر احمد صاحب مبلغ سلسلہ اروشا نے ’’صداقت حضرت مسیح موعودؑ‘‘ کے موضوع پر تقریر کی۔

آخر پر محترم امیر صاحب تنزانیہ نے سواحیلی زبان میں تقریر کی۔آپ نے افراد جماعت کو ان کی بنیادی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی کہ وہ کس طرح سچے اور ایماندار آدمی بن سکتے ہیں۔آپ نے افراد جماعت کو تبلیغ کے کاموں میں وسعت دینے کی تلقین کی۔آپ نے دعا کروائی اور دعا کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا۔

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال گزشتہ سال کی نسبت حاضری میں ریکارڈ اضافہ ہوا حتی کے جو مارکیاں لگائی گئی تھیں وہ چھوٹی پڑ گئیں اور لوگوں نے درختوں کے نیچے بیٹھ کر جلسہ سنا۔خدا تعالیٰ کے فضل سے کل 2800 افراد شامل جلسہ ہوئے۔تنزانیہ کے علاوہ برطانیہ،دبئی، ملاوی، برونڈی،موزنبیق کے نمائندگان بھی اس جلسہ میں شامل ہوئے۔

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں تشہیر

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ تنزانیہ کو الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں بھرپور کوریج ملی۔ ملک میں چھپنے والے تمام بڑے بڑے سواحیلی اور انگریزی اخبارات میں جلسے سے قبل اور بعد،جلسے کے انعقاد کی خبریں شائع ہوئیں۔تین بڑے ٹی۔وی اور دو ریڈیو چینلز پر جلسہ کی خبریں نشر ہوئیں۔

ایک اخبار نے لکھا کہ احمدیہ ایک منظّم اسلامی جماعت ہے جس کا دائرہ کار **198** ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔یہ ممالک براعظم افریقہ،شمالی وجنوبی امریکہ، ایشیا، آسٹریلیا اور یورپ میں ہیں۔

اخبار نے لکھا کہ دارالسلام کے میئر ڈاکٹر Didas Masaburi نے تنزانیہ کے مذہبی راہنماؤں سے دعا کرنے کی اپیل کی ہے۔انہوں نے یہ اپیل احمدیہ مسلم جماعت تنزانیہ کے دارالسلام میں جلسہ سالانہ کے افتتاح کے موقع پر کی۔اس جلسہ میں ممبران جماعت اور دیگر مذاہب کے نمائندگان شریک تھے۔آپ نے کہا تحمل ، برداشت اور بردباری معاشرے کی بہتری اور ترقی کے لئے دینی راہنماؤں کو اہم رول ادا کرنا ہوگا۔میئر صاحب نے احمدیہ مسلم جماعت کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ جماعت نے ہمیشہ محبت اور باہمی امن وآشتی کی فضا قائم کرنے میں رہنما کا کردار ادا کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ گورنمنٹ جماعت احمدیہ کی تعلیم،صحت اور بنی نوع انسان کی خدمت کے میدان میں کردار سے اچھی طرح آگاہ ہے۔نیز آپ نے پانی کی فراہمی کے حوالہ سے کی جانے والی جماعتی خدمات کی بھی بہت تعریف کی۔

اگر ہم تنزانیہ کے ان اخبارات،ریڈیوز اور ٹی۔وی چینلز کی نشریات کی وسعت کا اندازہ لگائیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے ذریعہ جلسہ سالانہ کی خبر پورے ملک میں دیکھی اور سنی گئی اور احمدیت کا پیغام لاکھوں لوگوں تک پہنچا۔فالحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ اس پیغام کو ان سب شاملین کے لئے مزید تحقیق کرنے اور ہدایت پانے کا موجب بنادے۔آمین

✡✡✡✡✡✡

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم   نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم   وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

براہ کرم آپ ہم سے رابطہ فرمائیں!

اگر آپ نے کبھی کوئی کتاب یا مقالہ لکھا ہے یا آپ کی کوئی تصنیف شائع ہوئی ہے تو درخواست ہے کہ اولین فرصت میں ہم سے رابطہ فرمائیں۔

’’ریسرچ سیل‘‘ایسی تمام کتب/ اخبارات ورسائل اور مقالہ جات کا ڈیٹا Data اکٹھا کر رہا ہے جو 1889ء سے لے کر اب تک کسی بھی احمدی کی طرف سے شائع شدہ ہوں۔

درج ذیل کوائف کے مطابق ہمیں فیکس یا ای میل کریں۔اگر آپ کے پاس سلسلہ کی پرانی کتب موجود ہیں تو بھی درخواست ہے کہ ہمیں مطلع فرمائیں۔آپ کے تعاون کا شدت سے انتظار رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً۔

ضروری کوائف:

کتاب کا نام: مصنف/مرتب/مترجم کا نام: ایڈیشن: مقام اشاعت: تاریخ اشاعت: ناشر/طابع: تعداد صفحات،زبان،موضوع۔

برائے رابطہ فون نمبرز:

انچارج ریسرچ سیل۔پی او باکس 14۔چناب نگر۔ربوہ۔پاکستان

آفس: 0092476214953 Res:0476214313 Mob: 03344290902

فیکس نمبر: 009 2476 6211943

ای میل: research.cell@saapk.org

(ریسرچ سیل۔ربوہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

محترم چوہدری رشید احمد خاں صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 8 جولائی 2009ء میں سابق امیر ضلع ملتان محترم چودھری رشید احمد خان صاحب کی یاد میں مکرم نذیر احمد سانول صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ خاکسار کے والد محترم حافظ صوفی محمد یار صاحب احمدی ہونے سے قبل کبیروالہ ضلع ملتان میں ایک دینی مدرسہ ''روحانی ہسپتال'' چلاتے تھے اور پیری مریدی کا شغل رکھتے تھے۔ علاقہ میں آپ کے معتقدین اور شاگردوں کی کثیر تعداد تھی۔ ضلع ملتان کے علماء میں آپ کا مقام جانا پہچانا تھا۔ اپریل 1978ء میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہاتھ پر دستی بیعت کی سعادت حاصل کی اور اپنے مدرسہ میں نماز جمعہ کے اجتماع میں اپنی قبول احمدیت کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان پر شدید مخالفت ہوئی، مخالفین نے مدرسہ پر قبضہ کرلیا اور مکمل بائیکاٹ کا اعلان کرتے ہوئے گھر کے دروازہ کے آگے دیوار تعمیر کردی۔ ایک قریبی مدرسہ کے طلباء اور اساتذہ کو یہاں لاکر زبردستی بٹھا دیا جن کا کام ہمیں ڈرانا دھمکانا اور برے ناموں سے پکارنا تھا۔ خاکسار کی عمر آٹھ نو سال تھی اور یہ سب کچھ دیکھ کر پریشان تھا۔

یکم مئی 1978ء کی دوپہر جب علماء اور عوام کا ایک بڑا ہجوم وہاں جمع تھا، نعرہ بازی ہورہی تھی۔ سپاہی اور افسران بھی آئے ہوئے تھے۔ گھر کے سامنے ایک کار آکر رکی۔ اس میں سے تین اشخاص اترے۔ ان میں سے ایک چھ فٹ کا لمبا آدمی سفید شلوار قمیص کے ساتھ سر پر سیاہ جناح کیپ سجائے اور خشخشی داڑھی سے چہرہ مزین کئے مسکراتے ہوئے آگے بڑھا، بلند آواز سے سلام کیا اور کہا خاکسار کا نام چوہدری رشید احمد خاں ہے اور میری خدمت بطور امیر جماعت احمدیہ ضلع ملتان ہے۔ اس بات نے اجتماع پر سکوت طاری کردیا۔ آپ نے افسران سے بات چیت کی۔ آپ کی گفتگو میں ایسا رعب تھا کہ افسران نے آپ کی ہر بات کو تسلیم کیا اور ناجائز قابضین کو فوراً وہاں سے بے دخل کردیا۔ مکرم چوہدری صاحب کو خاکسار نے اُس وقت پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ بعد میں آپ کے ساتھ اُس وقت کام کرنے کا موقع بھی ملا جب 1984ء میں خاکسار مسجد حسین آگاہی میں بطور خادم مقرر ہوا۔

محترم چودھری رشید احمد خان صاحب کے والد محترم چوہدری چھجو خاں صاحب ایک معزز تعلیم یافتہ زمیندارہ خاندان ''راجپوت گھوڑے واہ'' سے تعلق رکھتے تھے اور جماعت احمدیہ سڑوعہ ضلع ہوشیارپور کے امیر تھے اور کشمیر میں فارسٹ آفیسر تھے۔ اُن تک حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچا تو بذریعہ خط بیعت کرلی پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ہاتھ پر دستی بیعت کی۔ 28 دسمبر 1949ء کو جلسہ سالانہ ربوہ کے دوران اُن کی وفات ہوئی اور نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پڑھائی۔

محترم چوہدری رشید احمد خانصاحب کی پیدائش سڑوعہ ضلع ہوشیارپور میں 1908ء میں ہوئی۔ تعلیمی ماحول میں آنکھ کھولی تھی۔ 1930ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے M.Sc. (باٹنی) کی اور محکمہ تعلیم میں بطور سائنس ٹیچر ملازم ہوکر 1933ء میں جڑانوالہ میں متعین ہوئے۔ بسلسلہ ملازمت پاکپتن، ساہیوال اور ملتان میں مقیم رہے۔ 1950ء میں گورنمنٹ ہائی سکول ''کمالیہ'' میں ہیڈماسٹر مقرر ہوئے۔ 1956ء میں ملتان ڈویژن کے ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز مقرر ہوئے۔ 1965ء میں کمپری ہنسو ہائی سکول ملتان شہر کے پرنسپل بنائے گئے اور 1968ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اپنی تعلیمی خدمات پر ملتان بھر میں بہت عزت کمائی۔

سڑوعہ خاندان میں ہی آپ کی شادی مکرم چوہدری غلام احمد خانصاحب ایڈووکیٹ کی صاحبزادی محترمہ اصغری بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی۔

محترم چودھری صاحب نے نوجوانی میں وصیت کی۔ لازمی چندہ جات بروقت ادا کرتے۔ خلفاء کی جملہ تحریکات پر اوّلین لبیک کہتے اور معیاری وعدہ کرکے یاددہانی کرائے بغیر ادائیگی کرتے۔ لمبا عرصہ صدر مجلس موصیان ملتان شہر رہے۔ اپنی زندگی میں اپنی جملہ جائیداد و حصص کی تشخیص کے بعد ادائیگی کردی اور بوقت وفات حسابات دفتر وصیت میں مکمل تھے۔

آپ بطور قاضی بھی متعین رہے۔ آپ کا خاص امتیاز تھا کہ ہر اجلاس میں سب سے پہلے تشریف لاتے، صائب مشورہ دیتے اس لئے آپ کی رائے کو اہمیت دی جاتی اور اکثر آپ کی رائے پر فیصلہ ہوتا۔

1970ء میں ضلع ملتان کے امیر مقرر ہوئے تو جماعتوں کو فعال بنانے کے لئے رابطہ کا مضبوط انتظام کیا۔ 1974ء کے ہنگاموں میں فساد کا مرکز ملتان ہی تھا۔ آپ نے دعاؤں پر زور دیتے ہوئے اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کیا اور خداتعالیٰ کے فضل سے ملتان شہر کے حالات قابو میں رہے۔ خاص طور پر احمدی طلباء کو دھمکیوں اور حملوں کا سامنا تھا۔ نشتر میڈیکل کالج کے طلباء کو امتحان نہ دے سکنے کے علاوہ جان کا خطرہ تھا۔ کالج کے پرنسپل جناب سید ظفر حیدر شاہ صاحب (سرجن) نہایت عالی ظرف محبّ وطن اور ہمدرد انسان تھے۔ چوہدری صاحب نے اُن سے رابطہ کرکے گیارہ احمدی طلباء کو، جن کا سامان ہوسٹل سے نکال کر نذر آتش کردیا گیا تھا، عارضی طور پر ''شیزان ہوٹل'' میں منتقل کیا اور پھر اپنے مکان میں پناہ دی۔ وہیں رہ کر وہ طلباء امتحان میں شامل ہوئے اور کامیاب ہوئے۔

1974ء کے نامساعد ایام میں آپ نے بھرپور خدمت کی توفیق پائی۔ ملتان کے دل حسین آگاہی میں نہ صرف مسجد کو وسعت دی بلکہ موقع پر کھڑے ہوکر کام کی نگرانی کی۔ علی الصبح گھر سے آتے، سارا دن مسجد میں کام کاج دیکھتے، شرپسندوں کا سامنا کرتے اور دعائیں کرتے ہوئے رات گئے اپنے گھر واپس چلے جاتے۔ اسی طرح ملتان شہر کی جامع مرکزی مسجد کی زمین سے قابضین کو بے دخل کرنا بھی آپ کا نمایاں کارنامہ ہے۔

آپ کو جماعت کی ضروریات کا خاص خیال رہتا اور آپ جماعتوں کو مساجد اور قبرستان کے لئے جگہ مخصوص کرنے کی نصیحت کرتے رہتے۔ آپ نے ملتان شہر کے لئے تگ و دو کے بعد ایک قطعہ زمین 4 کنال کا خریدا، ضروری سرکاری کارروائی کے بعد قطعہ کی چار دیواری کراکے گیٹ لگوایا اور اندرونی جگہ کو ہموار کرادیا۔

آپ بہت مہمان نواز تھے۔ وقت اور موسم کے مطابق مہمان کے لئے خوراک اور بستر کا اہتمام کرتے۔ اس میں اپنے اور بیگانے کا کوئی امتیاز نہ ہوتا۔ صفائی کا بہت خیال رہتا۔ کارکنان کو مہمان کے جذبات کا احترام کرنے کی نصیحت کرتے رہتے۔

چوہدری صاحب کا اپنے اور غیر دونوں احترام کرتے۔ آپ بہترین معلّم رہے تھے اور حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ بڑے بڑے خاندانوں کے بچے آپ کے شاگرد تھے جو اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ آپ کسی ادارہ میں جاتے تو افسران آپ کو سیلیوٹ کرتے اور بازار کو جاتے تو تاجر حضرات کھڑے ہوکر دست بستہ سلام کرتے۔ ملتان کے جاگیرداروں اور سیاستدانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے۔ اکثر ضرورتمند آپ کے در پر آتے اور آپ تعلقات کی بناء پر اُن کا کام کروا دیتے۔

آپ کا سب سے بڑا تعارف احمدیت تھا، آپ بلا کے نڈر اور دینی غیرت رکھنے والے تھے۔ کسی مجلس میں جماعت کے مؤقف کے خلاف کوئی بات ہوتی تو فوراً تردید کرتے اور جماعت کا مؤقف اس عمدگی سے بیان کرتے کہ محفل پر سناٹا چھا جاتا اور ہر شخص گرویدہ ہوجاتا۔

آپ کا حافظہ خوب تھا۔ کسی جماعت سے کوئی آتا تو اُس پوری جماعت کے افراد کے نام آپ کے ذہن میں ہوتے۔ اُن کی صحت، کاروبار کا پوچھتے۔ بسااوقات آنے والے کو اپنی جماعت کے احباب کے نام یاد نہ آتے لیکن چوہدری صاحب نہ صرف نام بتاتے بلکہ ان کے باپ دادا کے اسماء بھی بتا دیتے۔ خداتعالیٰ نے آپ کو بصارت و بصیرت سے خوب نوازا تھا۔ عمر کے آخری حصہ تک اخبار آسانی سے پڑھ لیتے تھے۔

1984ء میں ملتان میں کئی معصوم احمدی اسیر راہ مولیٰ بنائے گئے۔ آپ ہر اسیر کا خیال رکھتے اور وفود تیار کرکے ملاقات کے لئے بھجواتے۔ جیل حکام سے مل کر اُن کے لئے گھر کے کھانے کا انتظام کروایا۔ اُن کی صحت کا ہر طرح خیال رکھتے، اُن کی تکالیف سن کر آبدیدہ ہوجاتے اور کہا کرتے کہ وہ ہمارا فرض کفایہ ادا کررہے ہیں۔ اُن ایام میں لندن سے آنے والے خطبات کی کیسٹس کو ہر گھر تک پہنچانے کا انتظام ذاتی نگرانی میں کرواتے۔

آخری وقت تک محترم چودھری صاحب کی یادداشت مضبوط، صحت اچھی اور آواز میں گرج قائم رہی۔ 30 دسمبر 2002ء کو 94 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ جنازہ ربوہ لایا گیا جو حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (ایدہ اللہ تعالیٰ) نے پڑھایا۔ موصی ہونے کی برکت سے تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

محترم میجر افضال احمد صاحب شہید

جماعت احمدیہ کے سپوت اور پاکستانی فوج کے دلاور افسر محترم میجر افضال احمد صاحب مورخہ 19/ جون 2009ء کو باجوڑ جنوبی وزیرستان میں پیشہ ورانہ شجاعت اور اعلیٰ احساس فرض کا ثبوت پیش کرتے ہوئے بعمر 33 سال شہید ہوگئے۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 23 جون 2009ء میں اس حوالہ سے مکرم ایف شمس صاحب کی رپورٹ شامل اشاعت ہے۔

محترم میجر افضال صاحب چار ماہ سے باجوڑ میں پاکستان آرمی کی طرف سے تعینات تھے اور دس دن سے پاک افغان بارڈر مٹک میں بہادری سے عسکریت پسندوں کے خلاف لڑ رہے تھے۔ 19 جون کی دوپہر اپنے دستے کے ساتھ پیدل گشت کررہے تھے کہ چٹانوں کے پیچھے چھپے ہوئے شرپسندوں نے ان پر فائر کھول دیا۔ اس اچانک حملے کا جواب آپ اور آپ کے ساتھیوں نے جوانمردی سے دیا اور 15 سے زائد شرپسند ہلاک کئے جن میں سے چھ کو آپ نے ڈھیر کیا۔ لیکن اسی دوران ایک گولی آپ کے سر میں پیوست ہوگئی اور آپ شہید ہوگئے۔ آپ کی میت باجوڑ سے بذریعہ ہیلی کاپٹر پشاور اور پھر بذریعہ موٹروے سرگودھا پہنچی۔ جہاں سے دس گاڑیوں پر مشتمل فوجی افسران و اہلکاروں کا قافلہ میت کو فوجی اعزاز کے ساتھ ربوہ لایا۔ اس قافلہ کی قیادت بریگیڈئر نوید احسن اور بریگیڈئر نصیر اکبر منہاس کررہے تھے۔ دارالضیافت میں ہزاروں کی تعداد میں احباب نے ملک کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرنے والے بہادر احمدی فوجی افسر کا آخری دیدار کیا۔ مسجد مبارک میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد تدفین عام قبرستان میں عمل میں آئی۔ آپ خداتعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

پاکستان آرمی نے اپنے اس بہادر فوجی افسر کو الوداع کہنے اور سپرد خاک کرتے وقت سلامی دی اور ایک فوجی افسر نے پاکستان آرمی کی طرف سے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مرحوم کی ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی کا تعارف کروایا اور آپ کے کارنامے کی تفصیلات بیان کیں۔ اس کے بعد قبر پر پھولوں کی دس چادریں چڑھائی گئیں جن میں صدر پاکستان اور چیف آف آرمی سٹاف کی طرف سے چڑھائی گئی چادریں شامل ہیں۔ میڈیا سے گفتگو کے دوران میجر افضال شہید کے بارہ میں آرمی افسران نے برملا کہا کہ ہمارے لئے یہ بہادری کی ایک اعلیٰ مثال ہے اور لڑنے کا جو حق تھا وہ انہوں نے ادا کردیا۔ اس موقع پر پاکستان کے بڑے ٹی وی، ریڈیو چینل اور متعدد اخبارات کے نمائندگان کوریج کے لئے موجود تھے۔

مکرم میجر افضال احمد صاحب 7 نومبر 1976ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مکرم اقبال احمد بھٹی صاحب تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ٹنڈوالہ یار سندھ میں حاصل کی۔ میٹرک 1992ء میں راولپنڈی سے کیا۔ F.Sc نصرت جہاں انٹر کالج ربوہ سے 1994ء میں کیا۔ 1995ء میں پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول میں داخلہ لیا اور 12/اکتوبر 1997ء کو کمیشن حاصل کیا۔ مختلف کورسز پاس کرتے ہوئے 2006ء میں میجر کا رینک حاصل کیا۔ اپنی عسکری زندگی کے دوران لاہور، پنوں عاقل اور شنکیاری میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ جولائی 2008ء میں FC (فرنٹیئر کانسٹیبلری، وزیرستان سکاؤٹس) میں تبدیل ہوکر خدمات جاری رکھیں۔ پہلے شمالی وزیرستان میں تعینات ہوئے اور 4 ماہ سے باجوڑ میں خدمات بجالا رہے تھے۔

میجر افضال شہید بہت سی خصوصیات اور بہترین اخلاق کے حامل تھے۔ آپ ذہین، ہنس مکھ، ٹھنڈے مزاج کے بہادر نوجوان تھے۔ ہمیشہ مالی قربانی میں پیش پیش رہتے، ہر شخص آپ سے ملاقات کے بعد آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔ آپ تہذیب اور نفاست کی اعلیٰ مثال تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں بوڑھی والدہ کے علاوہ اہلیہ، ایک بیٹی اور ایک بیٹا چھوڑے ہیں۔

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

23rd December 2011 – 29th December 2011

Please note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday 23rd December 2011

00:00	MTA World News
00:25	Tilawat
00:30	Insight: recent news in the field of science.
00:45	Guftugu
01:20	Liqa Ma'al Arab: rec. on 5th July 1995.
02:30	Tarjamatul Qur'an class: rec. 28th September 1995.
03:45	Ghazwat-e-Nabi
05:05	Jalsa Salana UK: an address delivered by Huzoor from the ladies' Jalsa Gahh, on 25th July 2009.
06:05	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25	Guftugu
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
08:15	Siraiki Service
09:05	Rah-e-Huda
10:35	Indonesian Service
11:35	Tilawat
12:00	Seerat Sahabiyat-e-Rasool
13:00	Live Friday Sermon: delivered by Huzoor.
14:10	Dars-e-Hadith
14:20	Bengali Service
15:25	Real Talk
16:30	Friday Sermon [R]
18:00	MTA World News
18:30	Jalsa Salana UK: an address delivered by Huzoor on 23rd July 2011.
19:55	Yassarnal Qur'an
20:10	Fiq'ahi Masa'il
20:45	Friday Sermon [R]
22:00	Insight: recent news in the field of science.
22:20	Rah-e-Huda

Saturday 24th December 2011

00:00	MTA World News
00:20	Tilawat
00:30	International Jama'at News
01:00	Liqa Ma'al Arab: rec. on 6th July 1995.
02:05	Fiq'ahi Masa'il
02:40	Friday Sermon: rec. on 23rd December 2011.
03:50	Seerat Sahabiyat-e-Rasool
04:25	Rah-e-Huda
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:30	International Jama'at News
07:00	Al-Tarteel
07:35	Jalsa Salana UK: an address delivered by Huzoor on 26th July 2009.
09:00	Story Time: Islamic stories for children.
09:20	Question and Answer Session: recorded on 15th July 1997.
10:10	Friday Sermon [R]
11:20	Indonesian Service
12:25	Tilawat
12:40	Story Time [R]
12:55	Al-Tarteel [R]
13:25	Live Intikhab-e-Sukhan
14:30	Bengali Service
15:30	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
16:50	Live Rah-e-Huda
18:30	MTA World News
18:45	Gulshan-e-Waqfe Nau class [R]
20:10	Faith Matters
21:10	International Jama'at News
21:55	Intikhab-e-Sukhan [R]
22:55	Rah-e-Huda [R]

Sunday 25th December 2011

00:25	MTA World News
00:40	Friday Sermon: rec. on 23rd December 2011.
01:50	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
02:10	Liqa Ma'al Arab: rec. on 11th July 1995.
03:10	Friday Sermon [R]
04:15	Story Time: Islamic stories for children.
04:40	Yassarnal Qur'an
05:00	Faith Matters
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25	Yassarnal Qur'an
06:50	Beacon of Truth
08:00	Faith Matters
09:05	Jalsa Salana Germany: an address delivered by Huzoor, from the ladies' Jalsa Gah, on 15th August 2009.
10:05	Indonesian Service
11:05	Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon, delivered on 21st August 2009.
12:10	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:50	Story Time: Islamic stories for children.
13:05	Bengali Service
14:05	Friday Sermon [R]
15:20	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
16:30	Faith Matters [R]
17:35	Al-Tarteel
18:05	MTA World News
18:35	Beacon of Truth [R]
19:40	Real Talk
20:45	MTA Travel: with Mohyuddin Mirza.
21:15	Jalsa Salana Germany [R]
22:10	Friday Sermon [R]
23:25	Ashab-e-Ahmad (as)

Monday 26th December 2011

00:00	MTA World News
00:20	Tilawat
00:30	Yassarnal Qur'an
01:00	International Jama'at News
01:35	Liqa Ma'al Arab: rec. on 12th July 1995.
02:40	MTA Travel: with Mohyuddin Mirza.
03:10	Friday Sermon: rec. on 23rd December 2011.
04:20	Ashab-e-Ahmad
04:55	Faith Matters
06:05	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	International Jama'at News
07:05	Medical Matters
07:40	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
08:40	Rencontre Avec Les Francophones: rec. on 12th April 1999.
09:50	Indonesian Service: Indonesian translation of Friday sermon, delivered on 7th October 2011.
11:00	Na'at-e-Rasool: poems in the ppraist of the Holy Prophet Muhammad (saw).
12:00	Tilawat
12:10	International Jama'at News
12:40	MTA Variety
13:10	Bengali Service
14:15	Friday Sermon: rec. on 10th March 2006.
15:15	Na'at-e-Rasool [R]
16:20	Rah-e-Huda
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service: Sabeel-ul-Huda.
19:35	Liqa Ma'al Arab: rec. on 13th July 1995.
20:40	International Jama'at News
21:10	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
22:10	Na'at-e-Rasool [R]
23:05	Friday Sermon [R]

Tuesday 27th December 2011

00:05	MTA World News
00:25	Tilawat
00:35	Medical Matters
01:10	Insight: recent news in the field of science.
01:30	Liqa Ma'al Arab: rec. on 13th July 1995.
02:45	MTA Variety
03:15	Rencontre Avec Les Francophones: rec. on 12th April 1999.
04:20	Dars-e-Hadith
04:50	Jalsa Salana Germany: concluding address delivered on 16th August 2009.
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:30	Insight: recent news in the field of science.
07:00	Canadian Service
07:30	Yassarnal Qur'an
08:00	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
09:00	Question and Answer Session: recorded on 27th July 1984.
10:00	Indonesian Service
11:00	Sindhi Service: Sindhi translation of Friday sermon, delivered on 31st December 2010.
12:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
12:30	MTA Variety
13:05	Insight: recent news in the field of science.
13:15	Bengali Service
14:15	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: address delivered by Huzoor on 27th September 2009.
15:10	Yassarnal Qur'an
15:25	Guftugu
16:25	Rah-e-Huda
18:00	MTA World News
18:30	Beacon of Truth
19:30	Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 23rd December 2011.
20:40	Insight: recent news in the field of science.
20:50	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
22:00	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema [R]
23:00	Real Talk

Wednesday 28th December 2011

00:05	MTA World News
00:20	Tilawat
00:35	Dars-e-Malfoozat
00:50	Al-Tarteel
01:30	Liqa Ma'al Arab: rec. on 18th July 1995.
02:40	Learning Arabic
03:00	Canadian Service
03:45	Question and Answer Session: recorded on 27th July 1984.
04:50	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: address delivered by Huzoor on 27th September 2009.
06:00	Tilawat
06:10	Dua-e-Mustaja'ab
06:55	Yassarnal Qur'an
07:15	Hadhrat Masih Nasiri Ka Asal Pegham
08:00	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
09:10	Question and Answer Session: recorded on 24th May 1997. Part 2.
10:15	Indonesian Service
11:15	Swahili Service
12:15	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:50	Zinda Log
13:20	Friday Sermon: rec. on 24th March 2006.
14:25	Bengali Service
15:40	Dua-e-Mustaja'ab [R]
16:20	MTA Sports
17:00	Fiq'ahi Masa'il
17:55	MTA World News
18:15	Huzoor's Jalsa Salana Address
19:20	MTA Sports [R]
19:40	Dua-e-Mustaja'ab [R]
20:15	Question and Answer Session [R]
21:25	Fiq'ahi Masa'il [R]
22:00	Gulshan-e-Waqfe Nau class [R]
23:15	Friday Sermon [R]

Thursday 29th December 2011

00:15	MTA World News
00:30	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	MTA Sports
01:10	Liqa Ma'al Arab: rec. on 19th July 1995.
02:10	Fiq'ahi Masa'il
02:50	Hadhrat Masih Nasiri Ka Asal Pegham
03:35	Dua-e-Mustaja'ab
04:10	Friday Sermon: rec. on 24th March 2006.
05:05	Huzoor's Jalsa Salana Address
06:00	Tilawat
06:15	Beacon of Truth
07:10	Yassarnal Qur'an
07:35	Journey of Khilafat
08:15	Faith Matters
09:20	Ghazwat-e-Nabi
10:25	Indonesian Service
11:25	Pushto Service
12:00	Tilawat & MTA Variety
12:50	Bengali Service: Bengali translation of Friday sermon delivered on 23rd December 2011.
13:55	Tarjamatul Qur'an class: rec. 4th October 1995.
15:05	Ghazwat-e-Nabi [R]
16:15	Journey of Khilafat [R]
17:00	Faith Matters
18:05	MTA World News
18:25	Lajna Imaillah UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor on 4th October 2009.
19:20	Ghazwat-e-Nabi [R]
20:25	Faith Matters [R]
21:30	Beacon of Truth [R]
22:25	Tarjamatul Qur'an class [R]
23:25	Journey of Khilafat [R]

***Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).**

Translations for Huzoor's programmes are available.

Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 18 | Friday 16 December , 2011 | Issue No. 50

جماعت احمدیہ تنزانیہ کے 42ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب انعقاد

گورنمنٹ عہدیداران، میئر دارالسلام، نائب وزیر خزانہ اور نمائندہ RC کی شرکت اور جماعتی خدمات پر خراجِ تحسین

الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا میں جلسہ سالانہ کی زبردست کوریج

(رپورٹ: وسیم احمد خان مبلغ سلسلہ دارالسلام۔تنزانیہ)

اللہ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ تنزانیہ کو اپنا بیالیسواں جلسہ سالانہ جماعتی احاطہ واقع کیٹونگا، دارالسلام میں منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ یہ جلسہ مورخہ 23 ستمبر تا 25 ستمبر 2011ء بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ اور اتوار جماعتی روایات کے ساتھ منعقد کیا گیا۔

✿......امسال جماعت احمدیہ تنزانیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ''وَسِّعْ مَکَانَکَ'' کے تحت جلسہ گاہ کو وسیع کرنے اور ایک بڑا پختہ سٹیج تیار کرنے کی توفیق ملی۔ جلسہ گاہ کے احاطے کی صفائی میں تمام تنظیموں نے بصد شوق حصہ لیا اور جملہ انتظامات بذریعہ وقارعمل کیے گئے اور یوں ایک خطیر رقم بچائی گئی۔

✿......جلسہ سالانہ پر آنے والے حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کے لئے پانی کی مستقل بنیادوں پر فراہمی ایک بنیادی مسئلہ تھا۔ جو امسال خدا کے فضل سے مستقل بنیادوں پر حل کرنے کی توفیق ملی۔

✿......جلسہ سالانہ پر آنے والے تمام مہمانوں کا ریکارڈ درج کرنے کے لئے شعبہ رجسٹریشن بنایا گیا۔ ہر آنے والے مہمان کا نام پتہ اور جماعت کا نام درج کیا گیا اور کارڈ ایشو کیا گیا۔ امسال یہ کارڈز مخصوص ربن کے ساتھ بنائے گئے جو احباب جماعت نے ایّام جلسہ میں اپنے اپنے گلوں میں پہنے رکھے۔

✿......جلسے کے پہلے دن مورخہ 23 ستمبر 2011ء بروز جمعۃ المبارک کا آغاز جس کا تمام احباب کو شدت سے انتظار تھا نماز تہجد سے ہوا۔ نماز فجر کے بعد معلم سلسلہ مکرم مصطفیٰ مامبو صاحب نے درس قرآن دیا۔

✿......مکرم طاہر محمود چوہدری صاحب امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ تنزانیہ نے سواحیلی زبان میں خطبہ جمعہ دیا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ آپ نے اپنے خطبے میں احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود کے بیان فرمودہ ارشادات کی روشنی میں جلسہ سالانہ کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ آپ نے اپنے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی بعض ہدایات سواحیلی زبان میں پڑھ کر سنائیں جو حضور انور نے جلسہ سالانہ کے ضمن میں مختلف اوقات میں احباب جماعت کو جلسہ گاہ کے تقدس کا خیال، نظم و ضبط، صفائی اور نمازوں کی باجماعت ادائیگی کی بابت فرمائی ہوئی ہیں۔

✿......ٹھیک تین بجے بعد دوپہر تنزانیہ وقت کے مطابق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ احباب نے MTA کی نعمت کی بدولت براہ راست سنا اور دیکھا۔ یہ خطبہ جمعہ انگلش ترجمہ کے ساتھ سنا گیا اور بعد میں سواحیلی زبان میں اس کا خلاصہ بھی پیش کیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ احباب اس سے مستفید ہو سکیں۔

چار بجے بعد دوپہر لوائے احمدیت اور تنزانیہ کا قومی پرچم لہرانے کی تقریب عمل میں آئی۔ لوائے احمدیت مکرم و محترم طاہر محمود چوہدری امیر و مشنری انچارج نے لہرایا جبکہ تنزانیہ کا قومی پرچم مہمان خصوصی جناب Dr Masuburi میئر آف دارالسلام نے لہرایا۔ اس کے ساتھ ہی فضا اسلامی نعروں سے گونج اٹھی۔ محترم امیر صاحب نے دعا کروائی۔ پرچم کشائی کی تقریب کے بعد حضور انور ایدہ اللہ کے ارشاد کے مطابق چھ چھ خدام ہمہ وقت، یونیفارم میں ملبوس لوائے احمدیت کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ان سب خدام کا تعلق جامعہ احمدیہ تنزانیہ سے تھا۔

پہلے اجلاس کی کارروائی

پہلے دن کی کارروائی کا آغاز مکرم امیر صاحب کی صدارت میں شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور اس کے سواحیلی زبان میں ترجمہ کے بعد سواحیلی زبان میں نظم پیش کی گئی۔ محترم میئر صاحب دارالسلام شہر نے جو اس افتتاحی تقریب کے مہمان خصوصی تھے حاضرین جلسہ سے خطاب کیا۔

خطاب میئر صاحب دارالسلام

Dr Masaburi صاحب میئر دار السلام نے اپنی تقریر میں جلسہ سالانہ پر مدعو کئے جانے پر جماعت احمدیہ تنزانیہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور حاضرین جلسہ سے نہایت خوبصورت خطاب فرمایا۔ محترم میئر صاحب نے کہا کہ ''میں آج یہاں آکر اور یہ سارا انتظام دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ جماعت احمدیہ طب، علم اور خدمت انسانیت کے میدان میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دے رہی ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے''۔

چونکہ سامنے ہال میں مختلف بینرز لگے ہوئے تھے انہوں نے ''محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں'' کے الفاظ کو بے حد پسند کیا اور کہا کہ آج دنیا کو اس تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور یہ تعلیم ہمیں جماعت احمدیہ کے ذریعے سے مل رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ براعظم افریقہ اور خاص طور پر تنزانیہ کے لیے دعا کریں۔

جب میئر صاحب رخصت ہونے لگے تو میڈیا کے لوگوں نے ان سے کچھ سوال کئے۔ ایک سوال یہ تھا کہ ''اور لوگ بھی جلسے کرتے ہیں مگر آپ احمدیوں کے جلسے میں آئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟''

میئر صاحب نے کہا کہ جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متأثر کیا ہے اور یہاں آیا ہوں وہ ان لوگوں کی محبت اور امن کی تعلیم ہے۔ پھر محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں کے الفاظ دہرائے۔

محترم امیر صاحب نے میئر صاحب کو قرآن کریم اور دیگر جماعتی کتب کا تحفہ پیش کیا جو انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔

اس کے بعد محترم امیر صاحب نے افتتاحی تقریر میں حضرت مسیح موعودؑ کے جلسہ سالانہ کے حوالے سے اقتباسات پیش کئے اور احباب جماعت کو ان تینوں ایام میں کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے اور دعائیں کرنے کی تلقین کی۔

دوسرا دن 24 ستمبر 2011

جلسہ سالانہ کے دوسرے دن کا آغاز بھی نماز تہجد سے ہوا۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد مکرم موسیٰ عمر صاحب معلم سلسلہ نے درس دیا۔

9:30 بجے صبح جلسہ کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد جلسہ کی پہلی تقریر مکرم عبداللہ خامس مبانگا صاحب نے کی۔ تقریر کا موضوع "اسلام کا دفاع اور ایک فتح نصیب جرنیل حضرت مسیح موعودؑ'' تھا۔ اس تقریر کے بعد وسیم احمد خان صاحب مبلغ سلسلہ دارالسلام ریجن نے "خلافت جماعت احمدیہ کا طرۂ امتیاز" کے عنوان پر تقریر کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کی سو سال سے زائد عرصہ پر پھیلی تاریخ اور ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب خلافت احمدیہ کے ساتھ جڑے رہنے سے ممکن ہوا۔

اس کے بعد مکرم و محترم محمد افضل بھٹی صاحب مبلغ سلسلہ مٹوارہ نے "آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ نرمی اور صبر و تحمل" کے موضوع پر تقریر کی۔ اس سیشن کی آخری تقریر معلم شمعون جمعہ صاحب کی تھی جو انہوں نے ''قرآن کریم کی اعلیٰ تعلیمات'' کے عنوان پر کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں احباب جماعت کو اپنی زندگیوں کو قرآنی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی طرف توجہ دلائی۔

کھانے کے بعد ٹھیک تین بجے بعد دوپہر دوسرے اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس اجلاس کے مہمان خصوصی ریجنل کمشنر دارالسلام کے نمائندہ نے ناظرین سے اپنے خطاب میں جماعت احمدیہ کی علم، طب اور خدمت انسانیت کے میدان میں کی جانے والی خدمات کی تعریف کی۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کے ماٹو "محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں" کو آج کے زمانہ کی ضرورت قرار دیا۔ انہوں نے اس موقع پر جناب ریجنل کمشنر صاحب کی طرف سے خیر سگالی کا پیغام بھی پہنچایا۔ اس کے بعد محترم امیر صاحب نے نمائندہ ریجنل کمشنر کو قرآن کریم اور دیگر جماعتی کتب کا تحفہ پیش کیا۔

اس کے بعد تمام ذیلی تنظیموں انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کے الگ الگ اجلاس ہوئے۔ ان اجلاسات میں تبلیغی و تربیتی امور پر بات چیت ہوئی اور ممبران نے مشورے دیئے۔

تیسرا دن 25 ستمبر 2011

جلسہ سالانہ کے تیسرے اور آخری دن کا آغاز بھی حسب معمول نماز تہجد سے ہوا اور اس کے بعد نماز فجر ادا کی گئی۔ نماز فجر کے بعد معلم مبارک نیامی ہاسی صاحب نے درس دیا۔ 9 بجے پہلے اجلاس کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد مکرم علی خامس صاحب صدر خدام الاحمدیہ

باقی صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمائیں

دنیاپور ضلع لودھراں میں احمدیہ قبرستان میں قبروں کی بے حرمتی کا افسوسناک واقعہ۔ 7 قبروں کے کتبے توڑ کر ویرانے میں پھینک دیئے گئے۔

نظارت امور عامہ ربوہ کی طرف سے موصولہ اطلاع کے مطابق دنیاپور ضلع لودھراں میں شرپسند عناصر نے رات کے اندھیرے میں احمدیہ قبرستان میں داخل ہو کر قبروں کی بے حرمتی کر ڈالی اور قبروں کو نقصان پہنچانے کے علاوہ 7 قبروں کے کتبے توڑ دیئے۔

تفصیلات کے مطابق دنیاپور ضلع لودھراں میں 1976ء سے احمدیہ قبرستان موجود ہے جس میں 29 قبریں ہیں۔ ہفتہ 3/دسمبر 2011ء کی رات شرپسندوں نے رات کی تاریکی میں قبروں کی بے حرمتی کی اور 7 قبروں کے کتبے توڑ کر ان کو ویرانے میں پھینک گئے جن کو اتوار 4/دسمبر کو مقامی پولیس نے برآمد کیا ہے۔ مکرم سلیم الدین صاحب ناظر امور عامہ نے اپنی پریس ریلیز میں اس غیر انسانی واقعہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ کے افراد کے ساتھ زندگی کے مختلف گوشوں میں جو ناروا امتیازی سلوک ہو رہا ہے وہ اپنی جگہ ایک تلخ حقیقت ہے لیکن جو احمدی اس دنیا سے رخصت ہوئے ان کے ساتھ بھی بدسلوکی جاری ہے۔ ان کی قبروں کی بے حرمتی انسانیت سوز حرکت ہے۔

واضح ہو کہ 1984ء کے جاری کردہ امتیازی قوانین کے بعد سے قبروں کی بے حرمتی کے اب تک 29 واقعات ہو چکے ہیں۔ دنیاپور میں ایک عرصہ سے جماعت احمدیہ کی مخالفت جاری ہے اور معاندین آئے روز کوئی نہ کوئی شرارت اور شرانگیزی کرتے رہتے ہیں۔

الفضل انٹرنیشنل کے قارئین اور احباب جماعت احمدیہ عالمگیر جانتے ہیں کہ گزشتہ کچھ سالوں سے پاکستان میں احمدیوں کے خلاف ظالمانہ کارروائیوں میں غیر معمولی طور پر شدت آگئی ہے اور اب ایسی انسانیت سوز حرکات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ دنیاپور میں قبروں کی بے حرمتی ایک ایسا ہی تکلیف دہ واقعہ ہے۔

اے خدا تو اپنی قدرت کے زبردست نشانوں کے ساتھ ہماری نصرت فرما اور ظالموں کی جلد گرفت فرما اور ان کی درندگی سے معصوموں کی حفاظت فرما۔